Baqrat Geeta
Madhur Geet
Dili Ram
Ahooja

انسان کی زندگی کی بانسری پر

بھگوان کا مدھر گیت گیتا

مصنّف ومفسّر

ولایا رام پسر لالہ جواہر مل آہوجہ

میانوالی نواسی

7/17 ایسٹ پٹیل نگر نیو دہلی

شری ولایارام کی ماتاجی و پتاجی

انسان کی زندگی کی بانسری پر

بھگوان کا مدھر گیت گیتا

مصنّف و مفسّر

ولایا رام پسر لالہ جواہر مل آہوجہ

میانوالی نواسی

7/17 ایسٹ پٹیل نگر نیو دہلی

طبع اوّل — اکتوبر ۱۹۷۴ء

تعداد — ڈیڑھ ہزار

قیمت — فری

مطبوعہ

جمال پرنٹنگ پریس دہلی

طابع وناشر

ولایا رام پسر جواہر ل آہوجہ. میانوالی نواسی

7/16 ایسٹ پٹیل نگر نیو دہلی

نذرِ عقیدت

میں مقدس گیتا کے یہ تاثرات جو میرے جیون بھر کے انوبھووں،

سنت مہاتماؤں کے اپدیشوں اور والدِ مرحوم کی عالم طفلی سے بخشی ہوئی

کرشن بھگتی اور مقدس گیتا کے تئیں شردھا کا عکس ہیں۔ زندگی کی بانسری گیتا

نامک پستک کے نام سے اپنے سورگیئہ پتا شری جواہر مل جی آہوجہ و ماتا جی

کے نامِ نامی سے منسوب کرتا ہوا ایک مخمور روحانی آنند محسوس کر رہا ہوں

نیازمند
ولایا رام آہوجہ

زندگی کی بانسری پر بھگوان کا مدھر گیت

گیتا

میں نے اپنی اس چھوٹی سی پستک بھگوان کا مدھر گیت میں پوتر گیتا جو ایک اتھاہ سمندر ہے کے ہر ایک شلوک کے مفہوم کو اپنے سیدھے سادے الفاظ میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ کوئی لفظ بلفظ یا بتدریج ترجمہ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے اس میں موجودہ دور کی رواجی باتوں اور واقعات کی بنا پر کچھ کمیاں یا خامیاں بھی ہوں۔ کیونکہ مکمل تو صرف اُسی کی ذات ہے جس نے ارجن کی وساطت سے خلقِ عالم کو نورِ عرفان یعنی نورِ صداقت کا جلوہ بخش کر گنہگار بندوں پر احسان عظیم کیا۔ میں تو مالک کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔ اور متبرک گیتا کا ایک ادنیٰ سا پرستار ہوں۔ تو زندگی کی بانسری مالک لیسنک بھگوان کرشن اور ان کی پوتر گیت کے تئیں میری شردھا اور میری عقیدت کا اظہار ہے اور جیون روپی یاترا میں تھکے ماندے یاتریوں کے ستانے کے لئے ایک سایہ دار درخت ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

(خادمِ ملک و ملّت)

اظہارِ تشکّر

چند سال ہوئے میں نے بزرگوں کی دی ہوئی پرانی لگن اور بھگوان کے بخشے ہوئے اتساہ اور ہمت سے پوتر گیتا کے کچھ آدیش سادہ اور مؤثر پیرائے میں روزمرہ کے جیون سے سمبندھت "زندگی کی بانسری پر بھگوان کا مدھر گیت" کے نام سے ترتیب دینا شروع کیا تھا لیکن جوں جوں میں پرویش کرتا گیا، محسوس ہوا کہ میں ایک اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہوں۔ ادھر میرے نوجوان بیٹے کی اچانک موت نے میری کمرِ ہمت توڑ دی۔ اس لئے اس تھوڑے لکھے پر ہی اکتفا کی لیکن مجھے کچھ دوستوں نے مشورہ دیا کہ بھائی صاحب ع برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر۔ اپنے ان وچاروں کو کتابی صورت دے کر رفاہ عامہ کی غرض سے چھپوا کر عوام کو ان پوتر وچاروں سے روشناس کرایا جائے۔ تو غالباً آپ کے من کو شانتی ملے گی۔

یہ تو اوراق پریشاں کہئے یا ڈالی سے ٹوٹے چند بکھرے پھول۔ ان کو ایسی حالت میں منظر عام پر لانا کیسے ممکن ہو سکتا تھا اس لئے اب مجھے ایک ایسے معاون کی تلاش تھی جس کو اردو اور ہندی زبانوں پر پورا عبور ہو۔ اور دھارمک لگن رکھنے والا ادیب بھی ہو۔ میری خوش نصیبی سمجھئے اور بھگوان کرشن کی اپار کرپا کہ میری نظر انتخاب اپنے علاقے کے ایک نیک دل اور صلح کل انسان لالہ نرائن داس جی اشک پر پڑی۔ میانوالی گزٹ کا ایڈیٹر ہونے کے ناطے ان کے لکھے ہوئے [illegible] اور دھارمک لیکھ بارہا میری نظروں

سے گذر چکے تھے۔ میں اُن کا بے حد شکر گذار ہوں کہ باوجود گھریلو ذمہ داریوں اور سوشل مصروفیات کے انھوں نے میری پرارتھنا کو سویکار کر لیا اور میرے ان بکھرے ہوئے مضامین کو اور تحریر کو، میرے تاثرات اور بھاوؤں کو محفوظ رکھتے ہوئے اس ڈھنگ سے ترتیب دی کہ میں اُن کو دیکھ کر چاؤلہ صاحب کے نیک جذبات، قلم کی روانی، ادبی رجحان، خیالات کی ہم آہنگی اور روح کی پوترتا کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا بھگوان ان کو کار خیر میں میری امداد کرنے پر اپنی برکتوں سے مالا مال کرے۔

ان کے ساتھ میں اپنے عزیز شری منوہر لال جی کھرانہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو میرے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میرے ہمیشہ ممد و معاون رہے ہیں اور پستک کی کتابت اور طباعت کی ذمہ داریوں کو پورے طور پر نبھایا ہے۔ میں ان کی ترقی اور صحت کے لئے بھی سدا دعاگو رہوں گا۔

پہلا باب

سنسار ایک بہت بڑا کارخانہ ہے جس کا مالک خود پرماتما ہے اس کے مختلف
حصے ہیں۔ جن کے الگ الگ نگران ہیں۔ ہم سب اس میں کارندے ہیں۔ جو جس کام کرنے
کے قابل ہیں اپنی اپنی ڈیوٹی نبھا رہے ہیں۔ جو اپنی ڈیوٹی ایمانداری سے نبھاتا ہے وہ اپنے
مالک یعنی پرماتما کا منظورِ نظر بنتا ہے اور سُکھ پاتا ہے۔ جو کوتاہی اور بے ایمانی برتتا ہے
اُس کے غضب میں پکڑا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے۔

ہمیں اِس کی مزدوری تن ڈھکنے کو کپڑا اور پیٹ بھر روٹی کے روپ میں ملتی جاتی ہے
اس کے علاوہ بیسیوں نعمتیں بھی زندگی کے آرام کی خاطر میسر ہیں۔ جو ہر ایک کو حُسنِ کارکردگی
کے صلے میں عطا ہوتی ہیں۔ اِسی کو قسمت کے حسین نام سے پکارتے ہیں۔ اِس کا وافر حصہ رکھنے
والے خوش قسمت کہلاتے ہیں۔ اُن پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وافر حصہ کو اپنے ضرورت مند
اور دُکھی بھائیوں کے آرام اور شکھشا کی خاطر قربان کریں۔ اپنے نیک بندوں کی معرفت ہی
ہم کو خدا کا پیغام ملتا ہے جو ہم کو وقت وقت پر چیتاونی دیتا ہے۔ لیکن جو اپنی مستی اور خواہشات
کی غلامی میں ہے، وہ اُس کے حکم کو ٹال دیتا ہے۔ اور سُکھی ہوتے ہوئے بھی انت میں دکھ پاتا ہے۔
جو اُس کے حکم کو تن دہی اور فرمانبرداری سے بجا لاتا ہے، چاہے جیون میں سکھ کی پراپتی نہ ہو۔
انت میں اُسے شانتی اور تسکین ملتی ہے۔ اور مالک کے دربار میں سرخروئی سے جاتا ہے۔

وہ جس سے پیار کرتا ہے اسی کو آزماتا ہے   خزلنے رحمتوں کے اِس بہانے سے لٹاتا ہے

جو اپنے مالک حقیقی کا پیارا اور منظورِ نظر ہوتا ہے وہ لمبی چوڑی خواہشوں کے جال میں گرفتار نہیں ہوتا اُس کی خواہش ہوتی ہے کہ

سائیں اتیا دیجیے جس میں کُٹنب بسمائے   میں بھی بھوکا نہ رہوں سادھو نہ بھوکا جائے

ارتھات اُس کی خورد و نوش کی ابتدائی ضرورتوں کے علاوہ جو کچھ بچ جاتا ہے اُس کو دُکھی اور ضرورت مند بندگانِ خدا کو بخش دیتا ہے۔ یہی اپنے مالک حقیقی کے دربار میں سعادت مندی ہے اور سچی عبادت ہے اور اطمینان کی دولت ہے۔ کہ ہم نے اپنے حق سے تجاوز نہیں کیا۔ اور دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈالا۔ جیسا کہ ہم اپنے حقوق پر دوسروں کا تصرّف برداشت نہیں کرتے۔ اِسی طرح دوسروں کے حقوق پر بھی ناجائز تصرف اور دباؤ کو برداشت نہ کریں۔ اور ایسی بے انصافی کے خلاف جان کی بازی لگانے سے بھی گریز نہ کریں۔ یہی سچا دھرم ہے اور اصلی ایمان ہے۔ اگر ہر فردِ بشر ایسا سمجھنے لگے تو سنسار بہشت بن جائے۔ یہی گیتا کا واسلوک آدیش ہے۔

کہتے ہیں راجہ بھوج میں ایک بار یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ اُس کا گرہستی جیون میں رہنا بھلا ہے یا سنیاسی بن کر مالک کی بھگتی کرنے میں۔ بڑے بڑے پنڈتوں، رشیوں، منیوں سے اس کے بارے میں استفسار کیا لیکن کسی کے جواب سے اُس کی تسلی نہ ہوئی۔ اس سے وہ بے چین اور متفکر رہنے لگا۔ اس کا من راج دربار کے کاموں میں نہیں لگتا تھا۔ اس سے پرجا بھی دکھی رہنے لگی۔ آخر ایک دن ایک مہاتما اُن کے پاس آیا اور راجہ سے اس قدر بے چین

ہونے کا کارن پوچھا۔ راجہ نے اُس سے بھی یہی سوال کیا کہ گرہستی بڑا ہے یا سنیاسی۔ سادھو نے کہا مہاراج اگر آپ ایک مہینہ راج کاج سے چھٹی پاکر میرے ساتھ جنگل میں رہیں۔ تو میں اس کا جواب دے سکوں گا۔ راجہ بھوج راج کاج چھوڑ کر سادھو کے ساتھ جنگل میں چل پڑا۔ دونوں چلتے چلتے ایک اور راجہ کی ریاست میں جا پہونچے۔ وہاں پر سُنا کہ راجہ کی لڑکی کا سوئمبر ہے بڑے بڑے راجکمار قسمت آزمائی کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ سوئمبر میں راجہ نے اپنا وارثِ تخت نہ ہونے کے کارن یہ شرط بھی رکھی ہوئی تھی کہ لڑکی جس راجکمار کے گلے میں پھول مالا ڈالے گی، راجہ اُس کو ساری مملکت جہیز میں دے دیگا۔ سادھو راج بھوج کو بھی سادھو کے بھیس میں سوئمبر میں لے گیا۔ دونوں پنڈال میں سوئمبر کا نظارہ دیکھنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں راجکماری جے مالا ہاتھ میں لئے اپنی چند داسیوں کے ساتھ پنڈال میں داخل ہوئی۔ راجکماروں کی قطار کے سامنے سے ہوتی ہوئی ایک طرف کھڑے ہوئے ایک سادھو کے سامنے جاکر رُکی جس کے ایک ہاتھ میں ڈنڈا اور دوسرے میں کمنڈل تھا سورج کی طرف دھیان لگائے کھڑا تھا۔ اُس کے گلے میں جے مالا ڈال دی۔ پنڈال میں ہاہاکار مچ گئی۔ راجہ یہ دیکھ کر بڑا ویاکل ہوا۔ اپنی سادھ بُدھ کھو بیٹھا۔ امیروں، وزیروں اور رشتہ داروں نے راجکماری کو بہت سمجھایا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ لیکن راجکماری سادھو کے چرنوں میں جھکی اُس سے اپنے آپ کو گرہن کرنے کا آگرہ کر رہی تھی۔ سادھو اس واقعہ سے بالکل بے خبر اپنے دھیان میں مست کھڑا تھا۔ سادھو کو شانہ ہلا کر اس سارے واقعہ سے باخبر کیا گیا تو اُس نے شعلہ بار نگاہوں سے راجکماری اور حاضرین کو دیکھا اور جے مالا توڑ کر راجہ

کی طرف پھینکتے ہوئے کہا کہ سنیاسی کو راج۔ کاج اور دھن دولت سے کیا سروکار ہے۔ سادھو کا جیون تو پربھو بھگتی اور دکھی جیووں کے کلیان کے لئے مخصوص ہے۔ یہ کہہ کر بھیڑ کو چیرتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ نکلا۔ راجکماری بھی بہت سمجھانے بجھانے کے باوجود اس کے پیچھے چل پڑی کہ اب میری زندگی تو سادھو کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ سنیاسی سرپٹ دوڑتا ہوا تھوڑی دیر میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ راجکماری ہار تھک کر جنگل کے کسی کونہ میں بیٹھ گئی۔ لوگوں کے بہت کچھ سمجھانے کے باوجود واپس باپ کے محلوں میں نہ گئی۔ اسی جنگل میں سنیاسی کی یاد میں شریر تیاگ دیا۔ راجہ بھوج کی یاترا کا ایک کانڈ یہاں پر ختم ہوا۔

اس واقعہ کو دیکھتے دیکھتے رات ہو گئی۔ سادھو نے راجہ بھوج سے کہا۔ اب کسی بستی میں چلنا چاہیئے۔ تاکہ مانگ کر پیٹ بھی بھر لیں گے اور رات بھر وشرام بھی کریں گے۔ وہ کچھ دیر چلتے چلتے ایک بستی کے قریب جا پہنچے جس کے اندر جانے کا ایک بڑا گیٹ تھا۔ بڑے گیٹ کے باہر ساتھ ہی ایک جھونپڑی تھی جس میں روشنی ٹمٹما رہی تھی۔ انھوں نے اندر آواز لگائی۔ اندر سے ایک دبلا پتلا مرد باہر آیا۔ اور پرنام کر کے سادھوؤں کو اندر لے گیا۔ اندر جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پرانی سی ہانڈی میں چاول اُبل رہے ہیں۔ اور پریوار کے آدمی آس پاس کھانے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ چاول جب تیار ہو گئے تو راجہ بھوج اور سادھو نے بھی کچھ کھانے کو مانگا۔ مرد نے آدھے چاول ان کے آگے پروس دیئے۔ وہ سارے دن کے بھوکے تھے۔ دیکھتے دیکھتے سارے چاول چٹ کر گئے اور چاول لانے کی خواہش ظاہر کی۔ مرد نے باقی آدھے بھی اُن کے آگے پروس دیئے۔ بچے دیکھتے مونہہ رہ گئے۔

دراصل گاؤں میں اور آس پاس قحط کے آثار تھے۔ اور بڑی کوشش سے مرد اپنے پریوار کے لئے تھوڑے سے چاول لایا تھا۔ پریوار تن بہ تقدیر بھوکا سو گیا۔ کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لایا۔ راجہ بھوج اور سادھو بھی چاول کھا کر وہیں لیٹ رہے۔ صبح اٹھ کر کیا دیکھتے ہیں کہ سارا پریوار مرا پڑا ہے۔ راجہ یہ دیکھ کر بہت پچھتایا اور سادھو پر کرودھت ہوا۔ سادھو نے کہا مہاراج پہلے آپ نے سنیاسی کا کرتویہ دیکھا۔ اب گرہستی کا دکھایا ہے کہ انتھی کی سیوا کی خاطر اپنی جان پر کھیل گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نہ سنیاسی بڑا ہے اور نہ گرہستی بلکہ فرض ہی سب سے بڑا ہے۔ ایسے ہی فرض شناس لوگوں کے بل پر یہ دنیا کا کارخانہ چلتا ہے۔ یہی گیتا کا آدیش ہے۔ دیش پر آئے ہوئے موجودہ سنکٹ کو دیکھ کر اگر ہر فرقہ کے لوگ گیتا کے آدیش پر چلیں تو سرمایہ دار اور کسان لوگ اناج کی ذخیرہ اندوزی نہ کریں۔ ملازم اپنے فرض کو پہچانیں۔ ایمانداری سے کام کریں اور رشوت کا نام و نشان نہ ہو۔ کاروباری لوگ ناجائز منافع خوری سے باز رہیں، فوج کے جوان دیش کی رکشا کی خاطر جان دینے سے گریز نہ کریں۔ تو دیش میں پورن خوشحالی، روحانی شکتی کا دور دورہ ہو۔ اس وقت دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ اُن کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بھی ہماری روحانی شکتی کے سامنے ناکارہ ہو جائیں گے۔

دوسرا باب

گیتا کے پہلے باب میں واضح کیا گیا ہے کہ گیتا فرض شناسی کی تائید کرتی ہے۔ یہ گیتا کا طے شدہ آدیش ہے۔ جو اپنے فرض کو ایمانداری سے پورا کرتا ہے، دنیا میں وہی مہان ہے اور وہی کامیاب ہے۔ وہی پرماتما کا پیارا ہے۔ اب اس باب میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ واستو میں فرض کیا ہے اور منش کرتویہ پراین کیسے ہو سکتا ہے۔

ارجن بہادری اور نیکی کا مجسمہ تھا۔ روشن دماغ، ودوان اور عالم باعمل تھا لیکن کچھ ناخوشگوار واقعات کے کارن فرض شناسی کا احساس کھو بیٹھا۔ میدانِ جنگ میں اپنے بھائیوں، بزرگوں، گورو اور رشتہ داروں کو سامنے مرنے مارنے کو تیار دیکھ کر جنگ کے ہولناک نتائج کے تصور سے اس کا دل دہل گیا۔ سر چکرانے لگا۔ اور صاف الفاظ میں بھگوان کرشن سے کہہ دیا کہ اگر اِن سارے سمبندھیوں کو سماپت کر کے مجھے راج کا سکھ ملنا ہے تو میں ایسے سکھ کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ جب اتنے ودوان۔ یودھا اور دھارمک منش مارے گئے تو ہم کن کے لئے اور کس پر راج کریں گے۔ نیز ہمارے دھرم نشٹ ہو جائیں گے۔ میں بھیک مانگ کر گزارہ کرنا پسند کروں گا لیکن ایسا پاپ نہیں کر سکتا۔ ارجن کا ایسی اُلجھن میں پڑ جانا سبھاؤک تھا۔ بھگوان کرشن نے کتنی سندرتا اور یوگتا سے ارجن کو اس الجھن سے نکالنے کی کوشش کی ہے

فرماتے ہیں اے ارجن [illegible] جانتے ہیں

پربھو کی شکتی کا ظہور ہیں اور اُس کے دو مختلف اشارے ہیں۔ ساری دنیا اِن اشاروں پر ناچتی ہے۔ انسان کا اصل ظہور تو زندگی ہے۔ اور موت زندگی کے ظہور میں ایک حادثہ ہے۔ جو زندگی میں بار بار پیش آتا ہے۔ جیسے آندھی دن کے وقت چھا جائے تو کچھ تاریکی پیدا ہو جاتی ہے لیکن آندھی کے گذر جانے پر سورج کی روشنی پھر اُسی طرح جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح موت کی تاریکی جب زندگی کی روشنی سے گذر جاتی ہے تو زندگی کا کچھ نہیں بگڑتا۔ تو موت ایک بے اثر اور سادھارن سا واقعہ ہے جو اکثر زندگی کے اُوپر سے گذرتا رہتا ہے۔ یہ سب کچھ بھگوان کے حکم اور اشارے سے ہوتا ہے۔ اور زندگی کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے ایک وقفہ ہے جس سے ہر انسان میں زندگی کے لئے تڑپ پیدا ہوتی ہے اور زندگی کو پیارا اور پُرکشش بناتی ہے۔ اصل میں انسانیت ہی زندگی ہے۔ اور ناپاک کرم اور ملین واسنائیں جو انسانیت کو ڈھک لیتی ہیں، وہ موت ہے۔ پرماتما اس مرحلہ پر انسان کی مدد کرتا ہے۔ اور اُس کو اپنے فرض کی سچے طور پر ادائیگی کی نصیحت کر کے میدان عمل میں بھیجتا ہے۔ اور یہ موقع انسان کو بار بار ملتا ہے۔ اگر فرض کو سمجھنے لگتا ہے تو زینہ در زینہ کامیاب ہوتے ہوئے بارم بار کی موت سے چھٹکارا پا لیتا ہے۔ اُس وقت موت کی حقیقت جان کر اس کے خوف سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کرتویہ پرائن آدمی کے لئے موت خوشنما پھولوں سے سجی ہوئی ایک ایسی کشتی ہے جو اُس کو اِس بھو ساگر سے پار اتارتی ہے۔ باعمل آدمی موت سے نہیں ڈرتا اُس کو ایک کھیل سمجھتا ہے۔ جیسا کہ بھگت سنگھ نے دار پر چڑھتے وقت پھانسی کے رسہ کو چوما تھا۔ موت زندگی کی صورت میں تبدیلی کا نام ہے، جو بھگوان کے اشارے پر آتا ہے، اس لئے

اے ارجن! کسی کو اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں. زندگی اور موت کا یہی فلسفہ ہی اصل میں سنجونی بوٹی ہے۔ تمہاری لڑائی نہ کرنے سے کسی کی موت نہیں رُک سکتی۔ تو اس معمولی بات کے لیے اپنے دھرم کو اور اپنے فرض کو جو انسان کی واستوک زندگی ہے، کیوں چھوڑنا چاہتا ہے۔

تیسرا باب

اِس مضمون کے دوسرے باب میں زندگی اور موت کے ابتدائی فلسفہ پر کچھ روشنی ڈالی گئی۔ اس باب میں زندگی اور موت کے اصلی سروپ کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس سلسلہ میں بھگوان کرشن نے ارجن سے فرمایا کہ ہر چیز کی اصلیت کو پرکھنے کے لئے قدرت کے اُس نیم کا پریوگ کرنا چاہیئے کہ "جو چیز اصل میں ہے، اُس کی ہستی کبھی مٹ نہیں سکتی اور جو چیز واستوک نہیں ہے اُس کی ہستی کبھی قائم نہیں رہ سکتی"۔

جیون کے دو جز ہیں. ایک آتما دوسرا جسم۔ آتما (روح) لافانی ہے اور جسم فانی ہے اس جنم مرن کے چکر میں جسم کبھی نظر آتا ہے اور کبھی نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ یعنی کبھی بنتا ہے کبھی بگڑتا ہے۔ ہر وقت بدلتا رہتا ہے۔ ایک جسم ایک بار مٹ جانے کے بعد پھر ویسے روپ میں ہمارے سامنے نہیں آتا۔ اس کی پیدائش کے بارے میں بھگوان نے فرمایا کہ سارا سنسار

میرا ایک سنکلپ ہے۔ دنیا کی پیدائش کے اس اصول کو کم و بیش تمام مذاہب نے مانا ہے۔
مسلمان کہتے ہیں کہ ع کُن کے کہنے سے کیا عالم بپا۔ یعنی خدا نے کُن کہا اور یہ سنسار ظہور
میں آگیا۔ عیسائی بھی مانتے ہیں کہ خدا نے ایک اشارے سے سنسار کا نرمان کیا۔
پرماتما نے سنسار کو ان دو چیزوں کے مرکب سے بنایا ہے۔ ایک وہ خود اور ایک اُس
کا سنکلپ یعنی خیال۔ جیسا کہ آپ کئی دفعہ کسی خیال میں محو ہو جاتے ہیں تو اپنا سروپ ویسا
ہی بنا لیتے ہیں۔ اور اپنی ہونے والی پوزیشن یا حالت سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں۔ یعنی عالم
محویت میں آپ کبھی کبھی بڑے سے بڑے اور کبھی چھوٹے سے چھوٹے بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن محویت
ٹوٹنے کے بعد آپ کو اپنی نادانی یا حضرت خیال کا کرشمہ سمجھ میں آتا ہے اور اپنے واستوک روپ
کو جاننے لگتے ہیں۔ پس جسم تمہارے خیال کی تعبیر ہے۔ جیسے خواب میں آدمی کئی قسم کی دنیا رچا
لیتے ہیں، بیداری کے بعد اُسے خیال کی تعمیر جان کر بھول جاتے ہیں۔ اسی طرح جسم بھی جو ایک
خیالی تعمیر ہے۔ اس کے طلسم کے ٹوٹنے سے ہم واستوک زندگی سے باخبر ہو سکتے ہیں۔ ورنہ
جنم مرن کے چکر میں تو سدا جسموں کے چکر میں پھنسے رہیں گے۔ اس عالم محویت سے نکلنے کے
لئے آتما کو بھگتی یعنی ریاضت کا راستہ پکڑنا پڑے گا۔ کیونکہ محویت یا غفلت آتما میں چٹان کی طرح
بن چکی ہے۔ اس کے بغیر اس چٹان کو توڑنے کی کوئی شکتی نہیں۔ انسانی زندگی کا ماحصل بچپن
اور جوانی ہے۔ جوانی کے موڑ پر دو راستے نکلتے ہیں۔ ایک راستہ آتمک بل کی طرف جاتا ہے اور
دوسرا جسم کی طرف۔ پہلے راستے کے شروع میں جلی حروف میں ایک تختی پر لکھا ہے رشیوں نے
اس راستے پر چل کر حقیقی سُکھ حاصل کیا ہے اور زندگی کی حقیقت کو جان کر اوروں کو یہ راستہ

اپنانے کی پریرنا کی ہے۔ دوسرے راستے کے شروع میں موٹے حروف میں یہ شبد کندہ ہیں رشیوں نے اس راستہ کو دُکھ کا گھر سمجھ کر تیاگ کیا ہے۔ کیونکہ جسم کی طرف جانے والا خواہشات، نفسانی، احساس برتری۔ دیہہ ابھیمان۔ موہ۔ ہنکار۔ کرودھ اور مایا کے چکر میں ختم ہوجاتا ہے یہ راستہ بظاہر آسان اور دلفریب مناظر سے بھرپور ہے۔ اور روح کی طرف جانے والا راستہ ظاہراً دشوار گذار ہے۔ خاردار جھاڑیوں اور چٹانوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس راستہ پر بڑے باحوصلہ اور بھاگیہ شالی پُرش کانٹوں کی الجھنوں سے بچتے ہوئے دشوار گذار چٹانوں کو پھلانگ جاتے ہیں۔ اور رشیوں کے بنائے ہوئے انوبھووں پر وشواش کر کے اصلی کردار کو پراپت کرتے ہیں۔ بس ارجن اسی موڑ پر اٹک گیا۔

بھگوان نے فرمایا۔ ارجن تجھے اپنی یوگتا پر بڑا ناز ہے۔ اپنے کو گیانی اور وِدوان ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جنگ نہ کرنے کے لئے بہانہ سازی کر رہا ہے۔ واستو میں دیکھا جائے تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ مجھے بتلا کہ جن رشتہ داروں کی موت پر تو اتنا ویاکل ہے۔ ذرا بتلا تو سہی کہ اُن کے شریر کے لئے روتا ہے یا اُنکی آتما کے لئے۔ اگر اُن کی آتما کے لئے روتا ہے تو آتما کو ہمیشہ کے لئے زندگی ہے۔ اُس کے لئے کبھی موت نہیں اگر تو ان کے جسموں کی خاطر روتا ہے، تو دیکھ جنم سے پہلے یہ جسم نہیں تھا، اور موت کے بعد بھی نہیں ہوگا۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ ایک ناپائدار یعنی ناشوان وستو ہے۔ محض روح کے خیال کی تعبیر ہے۔ جو جنم لیتا ہے اُس کو موت ضرور آتی ہے، اُس وقت جسم نشٹ کر دیا جاتا ہے اپنے آبا و اجداد کا خیال کرو۔ وہ کہاں ہیں، اُن کا جو حشر ہوا اِن کا بھی یہی ہوگا۔ اگر جسم پیار کرنے کی چیز ہوتی تو مرنے کے بعد عزیز و اقارب اسے اپنے ہاتھوں سے نذر آتش کیوں کر دیتے

ہیں ۔اگر تو اُن سے جنگ نہیں کرے گا تو بھی ایک دن ضرور مر جائیں گے۔ تو خود بھی ابدی نہیں
ہے۔ ایک دن اس جسم سے الگ ہو جائے گا۔ قدرت کے بنائے ہوئے اصول کے مطابق
جسم کی کوئی ہستی نہیں۔ جیسے پرانا کرتا اتار کر نیا پہن لیا جاتا ہے یا مکین ایک مکان کو چھوڑ
کر دوسرے میں چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح پرماتما کے حکم کے انوسار آتما مختلف جسموں کی
یاترا کرتی ہے۔ اس کے لئے پچھتانا اس اٹل نیم کو ٹھکرانا ہے۔ اس لئے تمہیں دھرم کے
راستہ کو اس خیالی تبدیلی کی بدولت نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ تم جانتے ہو اس وقت تمہارا پکش
دھرم سچائی اور انصاف کا ہے۔ مد مخالف غاصب ہیں۔ بے انصاف اور ظالم ہیں۔ اس
لئے یہ دھرم یدھ ہے۔ اور دھرم یہ تلقین کرتا ہے کہ اگر دھرم یدھ میں سب سنسار ہی مخالف
کیوں نہ ہو جائے۔ کھشتری دھرم کہتا ہے۔ ثابت قدم رہو۔ تمہیں اپنے سامنے بھیشم، درونا
آچاریہ باقی سگے سمبندھی جو بھی دکھائی دیتے ہیں، سب خیالی محل ہیں، کسی کی کوئی حقیقت
نہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے سامنے دشٹ دشاسن دروپدی کو ننگا کرنے لگے تھے۔ کیا ان
لوگوں نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ سب خاموش رہے۔ کیا یہ دھرم تھا کہ ابلا پکارتی
ہے یہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ وہ لوگ جسم کے سراب میں غوطے لگا رہے تھے۔ یہ سب دھرم سے بے خبر تھے
تم ان کی خاطر اتنے ویاکل کیوں ہو رہے ہو۔ ان کے خلاف ہتھیار اٹھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑو۔
میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جیسے بھری سبھا میں دروپدی کی لاج رکھی۔ میں اس ظلم کو سہن نہ
کر سکا تھا۔ اور کرنوں کے ایک ایک پرمانو کو ساڑھی کا روپ دیکر ساڑھیوں کا لامتناہی سلسلہ
شروع کر دیا اسی طرح میں

راستے پر لے جا رہا ہوں۔ فکر مت کر تمہاری یقیناً جیت ہو گی۔ میں ہی دھرم ہوں۔ میں ہی زندگی ہوں۔ میں ہی تمہیں حقیقت سے روشناس کرا رہا ہوں۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ یہ سب پہلے میرے ہاتھوں سے مارے ہوئے ہیں۔ ان کو مارنے سے دریغ نہ کرو۔ یہ دھرم کا راستہ ہے حقیقت کی درشٹی سے بھی اور بیوپارک درشٹی سے بھی یاد رکھو ؏

مٹی کے دیئے سے دیا نہ جلا۔ جوت سے جوت جلاتا چلا جا

چوتھا باب

تیسرے باب میں بھگوان نے ارجن کو (جبکہ وہ اپنے کرتویہ کے نبھانے میں تذبذب میں پڑ چکا تھا) بتایا ہے کہ جسم سب مٹنے والے ہیں۔ جن کو اپنے سمبندھی سمجھتا ہے۔ مر جانے پر نہ بھیشم پتامہ رہے گا اور نہ درونا آچاریہ۔ وہ درونا آچاریہ ہوگا تو پھر رشتہ کیسا۔ اِس کے بعد تو تم کو پتہ ہی نہ ہوگا کہ وہ کہاں ہیں اور کن کن جسموں میں ہیں اور نہ اُن کو اپنے سابقہ جسموں کے بارے میں کچھ گیان ہوگا۔ اگر جسموں کا رشتہ پیار اور ابدی ہوتا تو بھائی بھائی ایک دوسرے کے دشمن نہ بنتے۔ ان کا رشتہ اٹوٹ رہتا۔ بے شک تم کوروں سے پیار کرتے ہو لیکن کوروں کو تم سے دشمنی اور نفرت ہے اور تمہارے خون کے پیاسے بن رہے ہیں۔ یہ رشتے اور پیار سب خیالات کی تعمیر ہے ... جن کے

لئے نفرت، حقارت اور بدگمانی پیدا ہوئی وہ دشمن کہلائے۔

قدرت کے اٹل قانون کے زیرِ تحت جسم کبھی قائم نہیں رہتے۔ اس لئے بے حقیقت ہیں اور تم سے علیحدہ ہیں۔ جسم تیرا ہے، تو جسم کا نہیں ہے۔ جب تک تو جسم کو اپنا سمجھتا ہے تب تک تمہیں اس سے پیار ہے۔ جب تو اس حقیقت کو جان لے گا کہ یہ تو آتما کی عارضی قیام گاہ ہے اور ناشوان ہے۔ جب تم اس جسم سے الگ ہو جاؤ گے تمہارے سمبندھی اور پیارے جلدی سے جلدی اس کو جلا کر نیست و نابود کر دیں گے۔ تو اس فانی وجود کی خاطر لافانی اور ابدی زندگی کے دھرم کو قربان نہ کرو۔

ارجن بڑا بدھیمان تھا۔ اس نے جھٹ سوال کیا کہ جب یہ ساری دکھائی دینے والی اور پیاری چیزوں کا وجود مٹ جانے والا ہے۔ تو آپ مجھے اس بھیانک کرم یعنی جنگ میں کیوں دھکیل رہے ہیں مجھے اجازت دو کہ میں جنگلوں میں جا کر عبادت کروں اور آتما کی نجات کا مارگ اپناؤں۔ بھگوان نے ہنستے ہوئے ارجن کو جواب دیا کہ رُوح کی مکتی یا نجات کا راستہ تجھے ضرور اختیار کرنا چاہیئے لیکن اس راستے میں بھی کرتویہ کا پالن تو کرنا ہی پڑے گا۔ یعنی جنگ کرنی پڑیگی کیونکہ انسان (آتما) ہزارہا جنموں سے کسی نہ کسی شکل میں جسم سے بندھا رہتا ہے۔ اس آتما اور جسم میں ایک محبت کا سمبندھ پیدا ہو گیا ہے۔ شاستروں نے جس کو من کا نام دیا ہے۔ اس کے کارن روح جسم کو اپنا حقیقی مسکن سمجھ کر اپنے مارگ سے بھٹک جاتی ہے اور جسم کو اپنا سب کچھ سمجھنے لگتی ہے۔ رُوح کا راستہ اختیار کرنے کے لئے تم کو من کی واسناؤں کو ختم کرنا ہوگا۔ یہ سب کچھ دو طریقوں سے [illegible]

کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جسمانی من پر پورا کنٹرول کرنے سے روحانی محویت خود بخود پیدا ہونے لگے گی۔

دوسرا سادھن یہ ہے کہ نوشتۂ تقدیر کے بھوگوں کو خوشی خوشی بھوگ کر اس سے سبق لینا ہوگا اور پھر اس سے ویراگ پیدا کر کے دھرم کا مارگ اپنا کر آتما کو پربل بنانا ہوگا۔ جوں جوں آتمک بل بڑھتا جائے گا تقدیر کا اثر من سے مٹتا جائے گا۔ لیکن تقدیر یعنی خدائی حکم کو ٹالا نہیں جاسکتا۔ وہ خوشی سے یا تلخی سے بھوگنی پڑے گی۔ اس کو دنیا کی کوئی شکتی یا منش کی کوشش ختم نہیں کر سکتی۔ کیول روحانی شکتی ہی اس کے دُکھ درد کو حقیقی مسرت میں بدل سکتی ہے۔ جب تک تقدیر ہے جسم کا وجود ہے۔ اور جسم کے ساتھ تقدیر وابستہ ہے، گویا دونوں لازم ملزوم ہیں اس کے لیئے تم میدانِ عمل یعنی کرم کھیشتر میں بھیجے گئے ہو۔ اس کرم کھیشتر یعنی میدان عمل میں اچھے بُرے ہر پرکار کے کرم کرتے ہوئے تم اِن بیرونی واقعات سے محصور ہو چکے ہو۔ کرم کھیشتر میں بھی انتا یعنی دھرم کے مارگ پر چل سکتے ہو۔ اس کی بدولت یہ دنیا کی دلچسپیاں، ساز و سامان حقیقی سرور وغیرہ حاصل ہوتی ہیں۔ میں سنسار کے سب جیووں میں اپنی شکتی سے بیٹھا ہوا اُن کے کرموں کے انوسار چلا رہا ہوں۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تم زندگی کے پائدار سرور و آنند سے محروم ہو کر فانی جسم کے جھنجھٹوں میں مبتلا ہو چکے ہو اور بُری طرح بندھ چکے ہو۔ اب یکدم اِن کو فانی یا بے حقیقت کہ کر اِن سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا۔ دنیا کے سارے کاروبار کو سرانجام دینا ہوگا۔ کیونکہ یہ من کا خاصہ ہے۔ اور سب کچھ من کے ادھین کرنا پڑتا ہے۔ اس سوبھاؤ کو بدل کر روحانیت کی طرف جا سکتے ہو۔ تب جسم کی قید و بند سے آزاد ہو جاؤ گے۔ تمہیں ہر حال میں یہ

جیون روپی یاترا سماپت کرنی پڑے گی چاہے جنم مرن کے راستے پر چل کر یا دھرم یعنی آتما کے راستہ پر۔ سب رشی، منی، بزرگ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے انسان! تو غلط راستہ پر جا رہا ہے اور تو یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں دوسرے ہمسفر دکھ سے کراہ رہے ہیں۔ اگر تم بھی اپنے اندر جھانک کر دیکھو تو یہی محسوس ہوگا کہ سوائے دُکھ کے اور کیا حاصل ہے۔ تمہارے مالک نے جو ہر وقت تمہاری طرف محبت اور شفقت کا ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے نے تجھے سمجھا بجھا کر کرم کھیشتر میں بھیجا ہے کہ میرے بتلائے ہوئے راستے پر چلنا۔ مایا نے جال بچھا رکھا ہے اُس میں نہ پھنسنا۔ افسوس ہے کہ تم کئی جنموں کے چکر میں پھنس کر بھی کچھ نہیں سیکھے۔ اور پشو پکھشیوں کی طرح مایا جال میں پھنستے جاتے ہو۔ دیکھتے ہو سارے سنسار میں نیکی اور بدی میں جنگ جاری ہے سچ اور جھوٹ برسر پیکار ہیں۔ تم کو بھی نیکی کی راہ کو ہموار کرنا چاہیئے۔ اور بدی کو نیست و نابود کرنا چاہیئے۔ یہی مالک کا حکم ہے اور یہی انسانیت ہے۔ لیکن تم تو نیکی کی مخالفت اور بدی کا راستہ ہموار کرنے لگے ہو۔

جب تک تمہارا یہ طور طریقہ رہے گا تم جسم کی قید و بند سے آزاد نہیں ہو سکتے اور اس کے لئے کیول جنگلوں میں بھٹک کر من کی محویت کو نہیں بدل سکتے۔ یہاں جو نیکی اور بدی میں سنگھرش ہو رہا ہے۔ کھشتری کا یہ دھرم نہیں ہے کہ بدی کو نیست و نابود کرنے سے انکار کر دے۔ اس وقت کوروؤں کو جو بدی کا ساتھ دے رہے، چاہے تمہارے عزیز اور بزرگ بھی ہیں، اُن کو ختم کر کے نیکی کا راستہ ہموار کرو۔ اور دوسروں کے لئے مشعلِ راہ بنو۔

میری طرف دیکھو۔ صرف اشارے سے بھی شٹی کی رچنا کر سکتا ہوں اور اپنی کا ...

کرسکتا ہوں۔ لیکن پھر بھی عام انسان کی طرح اپنا فرض نبھا رہا ہوں تاکہ دوسروں کے لئے سُکھ کا راستہ ہموار ہو جائے۔ میں نے یہ یگیہ رچا ہے۔ تم نے اِس یگیہ میں آہوتی ڈالنی ہے۔ کیونکہ جو کام کرنا ہے سارے سنسار کی بھلائی کے لئے، اپنی ذات کی بھلائی کے لئے نہیں۔ چاہے اِس سے ساری سرشٹی کا ناش ہی کیوں نہ ہو جائے۔ تم کو کوئی پاپ نہیں لگے گا۔ جیسا کہ پرہلاد نے رُوحانی مارگ پر چل کر حقیقت پانے کے لئے اپنے باپ کا حکم ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ مصائب کو جھیلتا ہوا خوشی خوشی روحانی مارگ پر گامزن رہا اور آخر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گا۔

اے ارجن یاد کر جنگ چھڑنے سے پہلے تم اور دریودھن دونوں میرے پاس سہائتا پانے کے لئے آئے تھے۔ تم میرے پاؤں کے پاس بیٹھے اور دریودھن سرہانے کی طرف بیٹھا۔ اس لئے پہلے میں نے تم کو دیکھا اور دریودھن کو بعد میں۔ لیکن دریودھن کا پکش یہ تھا کہ میں پہلے آیا ہوں اور ارجن بعد میں آئے ہم دونوں جنگ کے لئے سہائتا پانے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے کورو کا حق مقدم جان کر آپ ہماری سہائتا کریں۔ چونکہ میری درشٹی پہلے تم پر پڑی تھی اس لئے امداد مانگنے کا تمہارا حق پہلے تھا۔ دریودھن بھی دلیل کا قائل ہو گیا۔ ایک طرف میں نے اپنی سینا کو بمعہ ساز و سامان کے رکھا، اور دوسری طرف میں اکیلا ہونگا اور اس شرط پر کہ ہتھیار نہیں اٹھاؤں گا۔ تیری نظر انتخاب مجھ پر پڑی۔ میں نے اس وقت کہا بھی تھا کہ ارجن تم مجھے اتنی اہمیت دیکر غلطی نہیں بلکہ بیوقوفی کر رہے ہو۔ بھلا اُس وقت تم نے کیا جواب دیا تھا کہ مجھے آتما کی ضرورت ہے جسم کی نہیں۔ مجھے دھرم کی ضرورت ہے۔ مجھے وشواس ہے، چاہے سارا سنسار ہی کورووں کے ساتھ ہو جائے، جیت میری ہو گی۔ تو اب آزمائش کی گھڑی آنے پر تمہارے اندر یہ بھرم اور کمزوری کیوں آگئی

پانچواں باب

پچھلے باب میں بھگوان کرشن نے ارجن کو بتلایا کہ یہ بھوگ وِلاس کی دنیا اور اس کے کاروبار اور یہ رشتے ناطے، یہ دھن پدارتھ سب ناشوان ہیں اور فرضی ہیں۔ یہ صرف من کی ایجاد ہیں۔ ان کی حقیقت سُراب کے سمان ہے۔ اس لئے اِن کے غلام مت بنو۔ بلکہ اِن کو اپنے مطیع رکھو۔ اور واستوک کام لو۔ جیسے اٹامک شکتی جو دنیا کی تباہی کے لئے تیار کی گئی ہے، اگر تعمیری پروگراموں کے لئے برتی جاتی تو دیش میں کاروباری ماحول کی کایا ہی پلٹ جاتی۔ من نے روح اور جسم میں جو رابطہ پیدا کر رکھا ہے۔ اُسی کی وساطت سے زندگی ہے اور اسی کی بدولت سب کام کاج چلتے ہیں۔ دنیا میں دو طرح کے پُرش ہیں۔ ایک دیہہ ابھیمانی اور دوسرے روحانی۔ دیہہ ابھیمانی ہمیشہ جنم مرن کے چکر میں رہتے ہیں۔ روحانی اور دھارمک پُرش جنم مرن کے چکر سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ زندگی کی قید و بند میں رہتے ہوئے بھی آزاد اور بے لاگ زندگی سے ہمیشہ مسرور رہتے ہیں۔ اور اپنے نشیچت بھوگوں کو بھوگ کر واستوک اور ابدی آنند میں سما جاتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں جسم اور من آتما کو پھنسانے میں اور پھر سنبھل جانے پر یہی آتما کی آزادی کے سادھن بھی بنتے ہیں۔ صرف ان کے نظریوں کو بدلنا پڑتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ منجدھار میں کودنا بھی پڑیگا اور دامن کو بھی چھینٹوں سے بچانا ہوگا۔

ارجن نے جھنجھلا کر کہا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ بھگوان نے جواب دیا۔ جیسے کنول کا پھول پانی میں رہتے ہوئے اپنی پتیوں کو پانی سے تر نہیں ہونے دیتا۔ جیسے میں خود سنسار کی رچنا کرنے والا ہوں۔ اس کے انتظام کو باقاعدگی سے چلانے والا ہوں اور اپنے آپ میں پورن ہوں۔ لیکن انسانی جامے میں آکر سارے کاروبار اور اپنے فرائض انسانوں کی طرح نبھا رہا ہوں۔ اور دنیا کو من اور شریر سے مکت ہونے کا راستہ دکھا رہا ہوں۔ تم دیکھتے ہو مجھے اپنے لئے تو کچھ چاہیئے نہیں۔ صرف دنیا والوں کی آتماؤں کو راہ پر لانے کے لئے سرگرم عمل ہوں۔ میں سب کرم اِسی اُدیش سے کرتا ہوں۔ اور سب کچھ آتما کے لئے کرتا ہوں۔ اس لئے کرم مجھے نہیں باندھ سکتے۔ کیونکہ میں ایسے کرموں کو تیاگ دیتا ہوں۔ اور انھیں کرموں کو کرتا ہوں جس کے بارے میں دھارمک اور روحانی پرشوں نے کرنے کا آدیش دیا ہے۔ یہی واستوک فرائض ہیں۔ ایسے فرائض انسان کو جکڑتے نہیں اور آتما کی طرف کو بڑھاتے ہیں۔ میرا تم کو آدیش ہے کہ روح کو جسم مت سمجھو اور جسم ہی روح نہیں ہے۔ یہی راز پہلے میں نے سورج پر کھولا۔ اور سورج نے منو کو بتلایا۔ منو نے راجہ اکھشوا کو بتلایا اور پرم پرا سے چلتا آیا ہے۔ یہ کرم یوگ ہے۔ کچھ وقت مایا کے اندھکار سے لوپ ہو گیا۔ آج پھر سے میں تم کو بتلانے لگا ہوں۔ اس کو دل میں بٹھا لو۔ تو جنگ بھی سپھلتا پورک لڑ سکو گے اور اس ہولناک کرم کی وجہ سے ہونے والے بندھن کاٹ کر آزادی کی منزل پر گامزن ہو سکو گے۔

ارجن نے سوال کیا کہ بھگوان آپ کا جنم تو اس یُگ میں ہوا۔ اور سورج اور منو وغیرہ کا جنم بہت پہلے ہو چکا ہے۔ آپ نے یہ اُپدیش اُن کو کیسے دیا؟ بھگوان نے پھر اس حقیقت کو آشکار کیا کہ اے ارجن! میرے اور تیرے بہت سے جنم پہلے ہو چکے ہیں۔ تجھے اُن کا علم نہیں۔ میں سب کے بارے

جانتا ہوں۔ میرا جسم جسمانی پرشوں کی طرح نہیں ہوتا، بلکہ روحانی یعنی دھارمک ہوتا ہے جس سے جسم اور من کو اپنا غلام بنائے رکھتا ہوں اور تب تب ظاہر ہوتا ہے جب جب سنسار سے نیکی اور سچائی کے اصول نابود ہو جائیں۔ ظلم اور بے انصافی کا دور دورہ ہو جاتا ہے، تب میں ظاہر ہو کر ظالموں کو اپنے ہولناک کرتو یہ سے مجبور کر دیتا ہوں کہ وہ اس راستے سے باز رہیں۔ میں بدی کو مغلوب کرنے اور نیکی کا راستہ ہموار کرنے کے لئے بار بار ظاہر ہوتا ہوں۔

تم اس سنسار ساگر میں اپنے جسم کی ناؤ پر بیٹھے ہوئے مزے سے جا رہے ہو۔ ہاتھ پاؤں پتوار ہیں۔ بدھی بادبان ہے۔ اس کو سامنے دکھائی دینے والے روشنی کے مینار کی طور پر موڑ لے تو تیرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ ورنہ اگیانتا کے اندھکار میں بھٹک جائے گا اور ناؤ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ اس حالت میں ان خطرناک چٹانوں سے کوئی نہیں بچ سکا۔ جس طرح ایک آدمی کا لکش بچے کو بی۔ اے پاس کرانے کا ہوتا ہے، تو وہ اُسے بی۔ اے میں شروع سے داخل نہیں کراتا، بلکہ پہلی سے پرویش کر کے زینہ در زینہ آگے بڑھتا ہے اور آخر بی۔ اے کی ڈگری پا لیتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے ٹیڑھے میڑھے راستوں سے دھیرے دھیرے اور حوصلے سے چلتے چلتے اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے، اسی طرح بزرگوں، رشیوں اور عالموں کے بنائے ہوئے سادھنوں سے مستقل مزاجی سے چلتے ہوئے روحانی جیون پراپت ہو سکتا ہے۔ اگر راستے کے عارضی دلفریب مناظر کو دیکھ کر اپنے مارگ سے بھٹک گئے تو کامناؤں کی گہری کھائیوں میں گر کر نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ جسم و من کو ایسا ابھیاس کراؤ کہ آتما کو حقیقی مسرت کی طرف لے چلیں۔ محض روح کو اپنے پنجے میں جکڑنے کا سادھن نہ بنیں بلکہ جسم و من کی قید میں پڑی ہوئی آتما کے لئے مشعل راہ بن اپنی واستوک منزل المقصود

پرلے جائیں۔ جس سے وہ پورن آزادی کا سانس لے سکے۔ لیکن ایسا تو سنسار کے بندھنوں سے اوپر اٹھ کر اور موجودہ ماحول سے نپٹ کر ممکن ہو سکتا ہے۔ جن میں موجودہ جنگ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، سنسار ایک کھیل ہے۔ تو اپنی ٹیم کا کپتان ہے۔ ساری ذمہ داریاں تم پر ہیں۔ تم نے ایک اچھے کھلاڑی کا پارٹ ادا کرنا ہے۔ اپنی ٹیم کو ساتھ لے کر ٹیم کی خاطر کھیل کھیلنا ہے۔ ہار جیت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کھیل کو پوری طاقت اور وشواس سے جاری رکھو۔ گر جاؤ تو پھر اٹھو۔ پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے منزل کی طرف بڑھو۔ اپنے ساتھیوں سے غدّاری نہ کرو۔ اس سپرٹ سے کامیابی یقیناً تمہارے قدم چومے گی۔ ع

شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

تو اے ارجن سنسار ساگر کی موجوں کے تھپیڑوں سے نپٹتا ہوا حقیقی روشنی کی طرف بڑھتا جا۔ ارجن نے بھگوان سے پھر پوچھا کہ وہ کرم کیا ہیں، جن سے روحانی جیون پراپت ہوتا ہے اور وہ کرم کیسے کئے جائیں؟ بھگوان نے جواب دیا۔ ارجن کرم کا مسئلہ تو بہت پیچیدہ ہے۔ اس کو سلجھانے کے لئے بڑے رشی، منی، عالم، فاضل حیران ہیں لیکن میں تم کو ایک ایسا سہل طریقہ بتلاتا ہوں جس کی بدولت تو جنم مرن کے چکر میں نہیں آ سکے گا۔

ویسے دیکھا جائے تو کرم کے لئے دنیا کا ظہور ہے۔ کرم کے بل یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے۔ کرم کی بدولت ہی کامیابی اور ناکامیابی، اور کرم سے ہی قید و بند اور کرم سے ہی مُکتی ملتی ہے زندگی اور موت سنسار کی دو بڑی اور اہم گھٹنائیں ہیں۔ اور کرم ہی ان کی بنیاد ہے اور بڑا سادھن ہے۔ کرم ہی زندگی اور موت کے راز کو کھولتا ہے۔ لیکن زندگی اور موت کے راز کو جاننے والا گیانی

بھی کرم کے چکر سے نہیں چھوٹ سکتا۔ جب تک اپنی جیون یاترا کو پُورا نہیں کر لیتا۔ غرضیکہ جیون روپی یاترا میں کرم ہی پردھان ہے۔ کرم کے فلسفے کو سمجھتے اور نبھاتے ہوئے۔ راجہ جنک وغیرہ اور بڑے بڑے رشی مُنی دنیا میں امر ہو گئے۔ اور دوسرے متلاشیوں کے لئے راستہ سہل بنا گئے۔

منش زندگی کے دروازے سے سنسار کے گلزار میں داخل ہوتا ہے اور مرتیو نامک دوار سے باہر نکلتا ہے۔ لیکن گلزار کے نظارے جتنے سندر ہیں، اتنے ہولناک بھی ہیں۔ پانچ ٹھگوں کا ایک گروہ اس باغ کی دلفریب سڑکوں پر گھومتا ہوا یاتریوں کو ذرا بھی غافل پاکر روشن دن میں بھی اِن پر حملہ آور ہوتا ہے اور متاع زیست کو لُوٹ لیتا ہے۔ کرم کی بدولت ہم ساودھان رہیں گے۔ تو یہ ڈاکو بھی ہم سے دُور رہیں گے۔ اور اُن کے سبز باغ اور شعبدہ کاریاں ہم پر اثر انداز نہیں ہوں گی۔ اس کرم سے اس باغ کی سیر کا پورا پورا آنند لیتے ہوئے پھولوں کی خوشبو سے معطر ہوئے موت کے دروازے سے نکل جائیں گے تو حقیقی آزادی حاصل ہو گی۔

پھولوں کی خوشبو اور خوبصورتی سے بے شک لطف اندوز ہو لیکن پھولوں کو توڑ کر ویران نہ کرو ورنہ مالی کا پنجہ بڑا زبردست ہے۔ جب وہ پکڑ لے گا تو پھر اس گلزار کی قید و بند سے رہائی ناممکن ہے۔ اور نہ ادھر کے رہو گے نہ ادھر کے۔ اِس سے سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں ملے گا۔ اسی کو کرم یوگ کہتے ہیں۔ یعنی کرم کرنے کا وہ طریقہ جس کی بدولت انسان پچھلے جنموں کے کئے ہوئے کرموں کی قید و بند سے بھی آزاد ہو سکتا ہے۔

اب اگلے حصے میں کرم یوگ کی تشریح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

چھٹا باب

کرم یوگ

پچھلے باب میں بھگوان کرشن نے ارجن کو بتایا ہے کہ جیون کو سارتھک بنانے کا واحد سادھن کرم یوگ ہی ہے۔ کرم یوگ میں فرماتے ہیں کہ جیسے منش راجسی، تامسی اور ساتوک سوبھاؤ کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر پرکار کے منش سے کرم بھی الگ الگ واقع ہوتے ہیں۔ کرم سب تقدیر کے بندھن کے ادھین چلتے ہیں۔ اگر منش کی مرضی کرم کرنے کی نہ بھی ہو، تو تقدیر اُس سے کرم کراتی ہے۔ کئی بار کرم اچھائی کے لئے کرتا ہے، لیکن بُرے نتائج سامنے آتے ہیں۔ اِس کا کارن اس کے پچھلے جنموں کے کرموں کے نتائج اُس کو کامیابی سے روکتے ہیں۔ جیسا کہ ایک بیوپاری نفع کے لئے حالات سازگار دیکھ کر کاربار کرتا ہے، لیکن پوری کوشش اور سمجھداری کے باوجود بھی نقصان اٹھا بیٹھتا ہے اسی کا نام تقدیر یعنی پچھلے کرموں کا اثر ہے۔

دنیا میں اونچ نیچ۔ امیری غریبی۔ بھلائی برائی۔ سُکھ دُکھ۔ روگ تندرستی، خوبصورتی بدصورتی انسانوں سے وابستہ خواص سب تقدیر کی صورتیں ہیں اور پچھلے کرموں کے نتیجے ہیں۔ ان کو کتنی ہی کوشش سے زائل نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں ندیر جس کا دوسرا نام کرم یوگ ہے

سے ان کے اثرات کو کم کیا جا سکتا ہے اور حُسنِ تدبیر سے آگے کا راستہ ہموار کیا جا سکتا ہے.
تقدیر ہماری بوئی ہوئی کھیتی کا پھل ہے اور ہمارے پہلے کرموں کا نتیجہ ہے. اس لئے خوشی
خوشی بغیر ڈر و بھے کے ان سے نپٹنا چاہیئے. اور کسی کرم کے بعد اُس کے اُلٹے نتائج کا افسوس
نہیں کرنا چاہیئے. ایک فارسی شاعر کا فرمان ہے. ع گندم از گندم بروید جو ز جو. یعنی
گندم بونے سے گندم اُگے گی اور جو بونے سے جو پیدا ہوں گے. اس لئے جیسا ہم نے کیا
ویسا بھگتنا پڑے گا. کرم کرنا ضروری ہے. اور اُس کا پھل کامیابی یا ناکامیابی ضرور ملتا ہے
کرم کے بغیر منش کا چھٹکارا نہیں. تو اے ارجن پہلے کرموں کے ادھین یہ جنگ تجھے لڑنی
ہے. چاہے تمہاری مرضی نہیں ہوگی. کرموں کے پھل کا داتا تجھے جنگ میں ضرور جھونک دیگا.
کیونکہ وہ تقدیر کو عمل میں لانے والی ایک سُپریم طاقت ہے. اور تدبیر یا کرم بھی انسان اُسی کے
بھروسے پر کرتا ہے. اور وہی میٹھے یا پھیکے پھل سے آشنا کرتا ہے تو واستو میں جیون روپی
رتھ کی دونوں باگیں تقدیر اور تدبیر اُس جہان شکتی کے ہاتھ میں ہیں جو ہر انسان کا رتھ بان
ہے. دونوں باگوں میں کھینچنا، جھٹکنا تیز اور سست کرتا ہوا جیون روپی یاترا میں آگے
سے آگے لئے جا رہا ہے. ساتھ ہی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تقدیر کے مارے کو تدبیر ہی صرف
بچا سکتی ہے اور وہ تدبیر ہے میری رضا اور میری پریرنا. اس لئے زندگی کے ہر مرحلہ پر نیک و
بد کی تمیز کراتا ہے، صلاح دیتا ہے کہ ایسا کر اور ایسا نہ کر اس صلاح کو ماننے والے سبھلتا
پھولتا یا ترا کرتا ہیں. لیکن اس آواز پر کان نہ دینے والا بد قسمت انسان تن بہ تقدیر
تقدیر کو بھوگتا جاتا ہے کیونکہ ... نہیں ... ہوتے دُکھی

ہے۔ اور سراب یعنی دھوکے کے سمندر یعنی عارضی سکھوں کے پیچھے بھاگتے ہوئے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ زندگی اور موت کے سنگم پر اُس کا سارتھی اُس کے جیون میں کئے ہوئے کرم اور اُن کے پھل پھر ایک بار اس کے سامنے لاتا ہے۔ تمام بیتے ہوئے واقعات فلم کی طرح اُس کے سامنے سے گذرنے لگتے ہیں۔ اُس سے پوچھتا ہے کہ بتاؤ میدان عمل میں تو نے کیا حاصل کیا۔ دنیاوی سکھوں کو حقیقی اور پائندار سمجھا اور اُن کی خاطر ہمیشہ دوڑ دھوپ جاری رکھیں

لیکن اب ذرا اپنی جیب ٹٹول کر دیکھو کہ سوائے دُکھ بھری داستانوں کے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم اُس وقت سمجھتے ہیں کہ ع جو کچھ کہ دیکھا خواب تھا، جو سنا افسانہ تھا۔ یہ سارے سُکھ وہی دھوکے کا سمندر تھا جس کو پانی سمجھ کر پیاسی ہرنی دوڑتے دوڑتے اپنی جان گنوا بیٹھتی ہے۔ شکاری تھکی ماندی بے سدھ ہرنی کو پکڑ لے جاتا ہے۔ ؎

پیاسی ہرنی بنادھن ڈھلائے ایک شکاری آئے رے   چوری چوری پھندا ڈالے باہنہ پکڑ لے جائے رے

مرتے وقت ہر ایک منش کے سامنے یہ منظر آتا ہے اور پرانی کچھ دیر کے لئے چونک پڑتا ہے اور ہاتھ ملتا ہے لیکن ع سب کچھ لُٹا کے ہوش میں آئے تو کیا کیا۔ ہم نے لاکھوں بار ایسے مناظر دیکھے۔ لیکن نیا جنم پانے پر اس حقیقت کو بھول گئے۔ اور پھر دنیاوی سکھوں کے پیچھے بھاگنا شروع کیا جس سے ناکامیوں اور پریشانیوں کے بغیر کچھ حاصل نہ ہوا۔ لیکن خاص خاص سجن پُرش ایسے بھی تھے جنھوں نے اِن عارضی سکھوں اور عیش اور آرام کی حقیقت کو جان لیا اور دائمی سُکھ اور آنند کی پراپتی جہاں دُکھ اور غم کا دخل نہیں کے لئے

اپنی ساری کوششیں صرف کیں۔ اور پورن آنند پراپت کر کے دوسرے مارگ سے بھولے ہوئے لوگوں کو چیتاونی دیتے رہے کہ تن من کو دھن میں لگاتے ہو۔ ماٹی میں لال گنواتے ہو۔

ایسے ابھیاسی لوگ کرم یوگی کہلائے اور تقدیر کے بندھن میں آ کر کرم تو ضرور کرتے ہیں۔ لیکن اُن سے کچھ سکھ بھوگ کی آشا نہیں کرتے۔ دکھ سکھ کو ایک سمان مانتے ہیں اور ایک وشیش روحانی آنند میں سرشار رہتے ہیں۔ اور اپنے پرلوک کے راستے کو ہموار کرتے ہیں۔ ہمارا رتھ بان ایسا مہربان ہے کہ اس نے ہمارے لئے کرم مقرر کر رکھے ہیں۔ اور اُس کے نیم اور کرم ایسے مکمل ہیں کہ انسان دنیاوی زندگی کے مارگ پر چلتا ہوا روحانی زندگی کا آنند بھی حاصل کرتا ہے۔ اس لئے اے ارجن! انسان کرم کئے بغیر ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتا۔ جب بقیدِ حیات ہے۔ کرم کو چھوڑنے کا خیال کرنا کائرتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ فانی دنیا اور بے فانی مایا کے جال سے نکلنے کی کوشش کرو۔ سر پر آئی ہوئی ذمہ واری کو نبھاؤ اور آگے کی فکر کرو۔

اس کے ساتھ ہی بھگوان نے ارجن کو یہ بھی اشواسن دیا کہ ایک دفعہ اگر تم زندگی کے رتھ کو کرم یوگ کی پٹڑی پر چڑھا دو گے تو تقدیر کی ہزاروں لغزشیں، طوفان مصیبت کے جوار بھاٹے تم کو اس پٹڑی سے اتار نہ سکیں گے۔ اگر کبھی تمہارا رتھ ڈگمگا بھی گیا تو بھی تمہارا رتھ وان تمہاری بانہہ پکڑ کر پھر پٹڑی پر چڑھا دے گا۔ کیونکہ کرم یوگ ایشور پر بھروسہ کا دوسرا نام ہے۔ ایشور اپنے میں بھروسہ رکھنے والے کو کبھی مایوس نہیں کرتا اور اپنے ایسے بندہ کو ہمت دیتا ہے کہ وہ نڈر ہو کر سنسار روپی سمندر کے جوار بھاٹا کو چیرتا ہوا، چٹانوں سے ٹکراتا ہوا انھیں چور چور کرتا کرتا ہوا ایک جیتے ہوئے کھلاڑی کی طرح اُس منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں نہ دکھ، نہ غم

نہ بے چینی، نہ ہی سردی گرمی، نہ مایوسی وغیرہ کوئی وکار دخل پا سکتا ہے۔ وہاں پر بہار ہی بہار ہے، پیار ہی پیار ہے، آنند ہی آنند ہے۔ وہ نغارا کے دربار میں داخل ہو کر نرمل اور پوتر بن کر اپنے محبوب کے سچے عشق کو حاصل کر لیتا ہے۔ ایسا عشق جس میں وہ اپنی علیحدگی اپنی ذات کو اپنے محبوب کے حُسن میں کھو بیٹھتا ہے۔ جیسے دودھ میں چینی گھل مل کر میٹھا دودھ بنا دیتی ہے۔ صرف دودھ ہی دودھ رہ جاتا ہے چینی اپنی علیحدہ حیثیت ختم کر کے دودھ میں دودھ ہو جاتی ہے۔

ساتواں باب

ظالموں اور پاپیوں کا ناش ویروں کا دھرم ہے

اے ارجن اس سنسار روپی کارخانہ میں سب مخلوق اپنی اپنی اہمیت رکھتی ہے، چاہے چیونٹی ہو چاہے ہاتھی اور چاہے انسان ۔ جیسے مشین کا ایک ناکارہ پرزہ ساری مشینری پر اثر انداز ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح ہم سب جیو جنتو اس سنسار کے مختلف انگ ہیں ۔ جیسے جسم کا ایک انگ خراب ہونے سے باقی اعضا بھی بے چین رہتے ہیں ۔ اسی پرکار ایک چھوٹے سے چھوٹے جیو کے چلے جانے پر بھی سنسار میں کمی ہوتی ہے ۔ چاہے ہم اپنی محاورد پہنچ کے کارن محسوس نہیں کرتے لیکن دنیا کی مجموعی حیثیت میں کمی ضرور محسوس ہوتی ہے ۔

مالک نے تمہیں صرف تمہاری اپنی خاطر پیدا نہیں کیا ۔ بلکہ تم سنسار کے جیووں کی برادری کے ایک انگ ہو ۔ اور اس سمبندھ کے ادھین تمہیں کُل جیووں کے فائدے کی خاطر کام کرنا ہوگا ۔ یہی ہر انسان کا فرض ہے ۔ فرض کی ادائیگی ہر ایک کا کرتویہ ہے ۔ اگر تم اپنے فرض سے مُنہ موڑ کر بیکار بیٹھے ہو تو کل سنسار اور مالک حقیقی کے ساتھ غداری کرتے ہو ، بلکہ گھر گرہستی ۔ اپنے محلہ شہر ، اپنے پردیش اور اپنے ملک سے غداری کرتے ہو ۔ یہ کبھی خیال نہ کرو کہ میرے بیکار بیٹھنے سے سنسار کا کیا بگڑتا ہے ۔ یاد رکھو تمہارے فرض کو کوئی دوسرا پورا نہیں کر سکتا ہے

کیول تمہاری ذمہ داری ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ ظالموں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اٹھو ظلم اور ظالم کا مقابلہ کرو۔ یہ ظالم سماج کا ایک بیکار اور بیمار انگ بن چکے ہیں۔ ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دو۔ چاہے ان میں تمہارے رشتہ دار ہیں۔ گورو ہے، دوسرے سمبندھی ہیں۔ یہ سب دراچاری اور ظالموں کے سہائک ہیں۔ اس لئے اس وقت یہ بھی ظالم ہیں۔ انھوں نے سارے جگت کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ان کو کیفر کردار تک پہنچا دو۔ اس سے بھلے پرشوں کو زندگی سارتھک بنانے میں مدد ملے گی۔ یہی تمہارا فرضِ منصبی ہے۔ اسی لئے ہی تم کو کھتری کُل میں جنم ملا۔ تمہیں زیب نہیں دیتا کہ اِس کرم کو ہولناک دیکھ کر ڈر جاؤ۔ یا بیکارگیان کی باتیں کر کے میدانِ جنگ سے بھاگ جاؤ اور خاک چھانتے پھرو۔ اور اپنے پیدائشی حق کو تلانجلی دے دو۔ یہ بڑا بھاری پاپ ہے اور یہ حق دینے والے سے غداری ہے۔ اگر تم جنگ سے اس خیال سے ڈرتے ہو کہ نزدیکی رشتہ داروں کو مارو گے یا تمہاری جیت ہوگی یا ہار، تو دیکھو میں تم کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کرتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے بھگوان نے ارجن کو اچانک ایک ایسا منظر دکھلایا جبکہ سارے میدانِ جنگ میں صرف بھگوان کرشن کا سدرشن چکر ہی ہر طرف چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے جو مقابلے پر آئے ہوئے ظالموں کا صفایا کرتا جاتا ہے۔ سب ایک ایک کر کے بھگوان کرشن کے منہ میں اس طرح جا رہے ہیں جیسے پتنگے مر مر کر شمع پر گرتے ہیں۔ ارجن بھگوان کے اُس وراٹ روپ اور ظالموں کے وناش کا نظارہ حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہا تھا اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بھگوان نے ارجن کو للکار کر کہا۔ دیکھو ان پاپیوں کو تو میں نے پہلے ہی مار رکھا ہے۔ تمہارا تو صرف نام ہی ہوگا۔ اگر تو

سمجھتا ہے کہ فلاں کو میں نے مارا تو یہ تیری بھول ہے اور ناسمجھی ہے کیونکہ کرانے والا صرف میں ہی ہوں۔ جیسا کہ کارخانے کے کل پُرزے اتنے تک کام نہیں کرتے، جب تک اُن میں بجلی کا کرنٹ نہیں آتا۔ تو اے ارجن اٹھ کھڑا ہو، اپنے فرض کو پہچان۔ موہ مایا کے جال میں پھنسنا بے کار ہے۔ یہ سب کچھ تو ایک کھیل ہے اور ایک ڈرامہ ہے۔ جو اُس کے ڈائرکٹر کے اشارے پر کھیلا جا رہا ہے۔ اس کھیل سے میں نے تیرے ہاتھوں سے بدی کا راستہ ہموار کرانا ہے۔

یہ سنسار ایک ناٹک شالہ ہے۔ تم سب لوگ ایکٹر ہو اور اپنے اپنے پارٹ اس کھیل کے نرماتا کے اشارے پر ادا کر رہے ہو۔ جو نرماتا کے اشارے کو سمجھتا ہے، وہ کامیاب ایکٹر سمجھا جاتا ہے اور سامعین سے اور دیکھنے والوں سے داد پاتا ہے۔ جو اُس کے اشارہ پر نہیں چلتا اپنے کردار کو ٹھیک ڈھنگ سے نہیں نبھاتا سارے کھیل کو بدمزہ اور پھیکا بنا دیتا ہے اس لئے ڈائرکٹر یعنی اس کا مالک ناراض ہوتا ہے اور عذاب سخت میں پکڑ لیتا ہے۔

اب اِس تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیے۔ مہاراجہ ہریشچندر ستیہ وادی کا پارٹ بھی ایک ایکٹر ادا کرتا ہے۔ ایک ایکٹر اُس کا لڑکا بنتا ہے اور ایک ایکٹر اس کی بیوی کا پارٹ ادا کرتا ہے۔ راجہ ہریش چندر مرگھٹ کے ٹھیکیدار کے پاس نوکر ہے۔ وہ مرگھٹ پر مردے جلانے والوں سے ٹیکس وصول کرنے پر تعینات ہے۔ لڑکے کی مرتیو ہو جاتی ہے اس کی عورت لڑکے کے مرتک شریر کو مرگھٹ پر جلانے کے لئے لاتی ہے۔ اُس کے پاس ٹیکس ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں۔ ہریش چندر ٹیکس لینے پر بضد ہے۔ عورت بار بار کہتی ہے کہ راجن یہ تیرا اپنا لڑکا

ہے ۔میں تیری پتنی ہوں ۔میرے پاس ٹیکس ادا کرنے کے لئے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ۔ راجہ جواب دیتا ہے ۔ دیوی اس وقت نہ میں راجہ ہرشیچندر ہوں اور نہ تو میری رانی ہے ۔ اور نہ یہ میرا لڑکا ۔ کیونکہ اس وقت میں مرگھٹ کا ایک کرمچاری ہوں ۔ اور میں نے اپنے مالک کے تئیں دی گئی ذمہ داری کو نہایت وفاداری اور ایمانداری سے نبھانا ہے ۔ اس لئے بغیر ٹیکس وصول کئے لڑکے کو سپرد آتش نہیں کرنے دوں گا ۔ اس درد بھرے مکالمہ سے سامعین کافی متاثر ہوتے ہیں ۔ اور بہت ساروں کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں ۔ حالانکہ حقیقتاً نہ وہ راجہ ہرشیچندر ہے اور نہ اس کی رانی اور نہ اُس کا لڑکا ۔ لیکن پارٹ ادا کرنے والوں نے اپنے ڈائرکٹر کی ہدایت کے مطابق وہ سماں باندھا کہ لوگوں کو واستوکتا کا گمان ہونے لگتا ہے ۔ دیکھو ارجن اسی طرح یہ سنسار بھی ایک بڑا ناٹک ہے جس میں لاتعداد ایکٹر ہیں اپنے اپنے کردار کو نباہ رہے ہیں ۔ چاہے نیکی کا کردار ہو چاہے بدی کا ۔ کھیل ختم ہو جاوے گا تو سامعین اور دیکھنے والے کچھ دیر اُن سے ضرور متاثر ہوں گے ۔ لیکن گھر چلے جائیں گے تو بھول جائیں گے ۔ لیکن وہ مالک جو اس ناٹک شالہ کا ڈائرکٹر ہے ۔ پردھان ہے ، وہ اچھائی اور نیکی ، محبت ، ہمدردی اور سچائی کا پارٹ ادا کرنے والے کو انعام سے سرفرازی بخشتا ہے اور بُرا یعنی جھوٹ ، غیبت چوری ، دل آزاری ، نفرت وغیرہ وغیرہ کا پارٹ ادا کرنے والے کو سزا ملے گی ۔ اس سارے کھیل میں پردھان ایشور ہے ، اس کی رضامندی اور اشارے پر چل کر ہر ایک ایکٹر دوسرے کے جذبات کو ابھارتا ہے ۔ نیکی کا بیج بوتا ہے ۔ تو اے ارجن ! تو نے کرم صرف اپنے لئے نہیں کرنا ۔ بلکہ ساری دنیا کے کلیان کے لئے اور اپنے مالک کی خوشنودی کے لئے کرنا ہے ۔ اگر تو

ذات کے سُکھ کے لئے کرم کرے گا تو تیرا مالک تجھ سے ناراض ہو کر تجھے اپنی نعمتوں سے
محروم کر دے گا۔ اس لئے اپنی قوت اور فہم کو بیدار کرو اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔ تم اکیلے
ہی جنگ جیت سکتے ہو۔

گورو نانک جی سچا سودا کرتے تھے۔ اس کے والدین اسے گھر کے لئے رسد لانے کے
لئے پیسے دیکر بھیجتے تھے تو راستہ میں کسی ضرورتمند کے مانگنے پر اس کے حوالہ کر دیتے تھے۔
اور اپنے دل کو حقیقی نور سے بھرپور کر لیتے تھے۔ اپنے والدین کے پوچھنے پر وہ یہ جواب دیا کرتے
تھے کہ اُسے راستہ میں ایک سچا سودا مل گیا اور وہ اس نے خرید لیا۔ اس کے ماں باپ اس
حقیقت سے بے بہرہ تھے۔ وہ اسے طرح طرح کی لعن طعن کرتے۔ لیکن وہ مردِ مجاہد اپنے اٹل
وشواش پر قائم رہا۔ گورو نانک جی اپنے گھر سے ایک روشنی لے کر نکلے۔ آناً فاناً سارے سنسار
پر چھا گئے۔ اس کے لئے انھیں آج کل کے ریفارمر کی طرح روپیہ پیسہ کی ضرورت نہ پڑی
کسی مٹھ بنانے کی ضرورت نہ پڑی۔ بلکہ سورج کی طرح اپنی کرنوں کو چار سو پھیلا کر سارے جگت
کو منور کر دیا۔ ؎

جوت سے جوت جلاتا گیا
وہ سوتے ہوؤں کو جگاتا گیا
وہ پریم کی ندیاں بہاتا گیا
وہ صحرا کو گلشن بناتا گیا

وہ سارے سنسار کا ہو گیا۔ ہندو اُسے اپنا سمجھتے تھے مسلمان اُسے اپنا سمجھتے تھے وہ مرا نہیں بلکہ پھول بن گیا پھول

کی پنکھڑیوں کو ہندو مسلمانوں نے آدھا آدھا بانٹ لیا۔ ہندوؤں نے پھول جلا دیئے مسلمانوں نے پھول دفن کر دیئے لیکن وہ پھول نہ تو جلے اور نہ ہی دفن ہو کر مٹی بنے بلکہ ابھی تک وہ پھول تر و تازہ سارے سنسار کو معطر کر رہے ہیں۔

آٹھواں باب

دُنیا کے سُکھوں کا انجام بھی دراصل دُکھوں کا کارن ہے، اور اکرم کی بنیاد ہے۔

کرشن بھگوان نے ارجن کو بتلایا کہ سب انسان اونچ نیچ، دُکھ سُکھ، استری، پتر، دھن پدارتھ وغیرہ کے پیدا کردہ احساس سے ہی اُلجھن میں ہیں اور اِن کے ابھاؤ کو پورا کرنے کے لئے دوڑ دھوپ میں لگے ہیں۔ اس کو ہی سُکھ کا نام دیتے ہیں اور اس کو حاصل کرنے کے لئے جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ لیکن آج تک یہ سب کچھ کسی کی مرضی کے مطابق نہیں ملا۔ اس لئے یہی عارضی سُکھ پھر دُکھ کا روپ دھارن کر لیتا ہے۔ اسی کارن پورن شانتی نہیں

ملتی۔ جس سے انسان کا انجام بڑا حسرتناک ہوتا ہے

کسی نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ آخر سُکھ کے لیئے کوشش کرنے والے کو دُکھ کیوں ملتا ہے

اِس کا کارن سپشٹ ہے کہ سُکھ تو سب عارضی ہیں اور جس کو سُکھ سمجھا جاتا ہے اُس کی سیما ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ اور کوئی انتہا نہ ہوتے ہوئے سب اُس کو دکھ محسوس کرتے ہیں اور واستو میں ہے ہی ایسا۔ یہ تو صرف انسان کی بھول ہے کہ اُس نے دُکھ کو سُکھ جان لیا اور حقیقی سُکھ کے راستے سے بھٹک گیا اور دُکھ کا راستہ اختیار کر بیٹھا۔ لیکن کچھ پرش ایسے بھی آئیں گے جن کا مسلک عام جنتا سے الگ ہے۔ اُن کو یہ گیان ہوتا ہے کہ عارضی سُکھ کاغذ کے خوشنما پھولوں کی مانند ہیں۔ ان میں رنگ اور سندرتا تو ہے لیکن خوشبو سے عاری ہیں وہ عام جنتا کو اِس بھول سے آگاہ کرنے جاتے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں کہ پروانوں کے سمان عارضی سکھوں کی شمع پر کیوں جلتے ہو۔ ایسے سکھوں کا ہر پھول بھڑوں کا چھتّا ہے۔ جوں ہی پھول توڑنے کی خواہش کرتا ہے بھڑیں کاٹتی ہیں۔ پھر دوسرے پھول کی طرف متوجہ ہوتا ہے نہ پھولوں کا انت ہوتا ہے نہ بھولا ہوا منش اپنی عادت کو بدلتا ہے۔

ارجن نے سن کر بھگوان کرشن سے سوال کیا کہ ایک طرف تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ نظر آنے والی مایا چھلاوہ ہے اور کاغذی پھول ہیں، ان کے لیئے دوڑ دھوپ کرنا بیکار ہے دوسری طرف فرماتے ہیں کہ دنیا ایک خوشنما گلشن ہے اس کی آبیاری کرو۔ اِس کو آباد اور ہرا بھرا رکھو۔ اس کے لیئے کرم کرو۔ یہ کیا راز ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ مجھے وشواش ہے آپ ہی اس مشکل وقت میں مجھے صحیح راستہ بتلا کر میرا کلیان کر سکتے ہیں۔

بھگوان کرشن نے ہنستے ہوئے ارجن سے کہا کہ تم نے پرشن کرتے ہوئے اپنے پرشن کا جواب خود دے دیا ہے۔ ہاں میں بھی کہتا ہوں کہ دنیا کے باغ کے سُکھ کاغذ کے پھول ہیں اور کافی سندر لگتے ہیں۔ ان کی سندرتا کو تو دیکھو۔ لیکن خوشبو کے لیے ان کو توڑنے کا ساہس نہ کرو۔ ورنہ ان میں چھپی ہوئی بھڑیں کاٹ کھائیں گی۔ اپنے ہمسفروں کو بھی اس سے آگاہ کرو۔ اب چاروں طرف نگاہ دوڑائیے ہر ایک آدمی زیادہ سے زیادہ سکھ حاصل کرنے کے لئے سرگرداں ہے۔ اُس کے لئے کئی لیے یہ سادھن اپنا رکھے ہیں۔ دھن دولت کا جمع کرنا۔ عزت مان کی پراپتی۔ شادی کرنا اور اولاد پیدا کرنا۔ ان کے حصول کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے۔ یہاں تک کہ اپنے حقوق سے تجاوز کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کے حقوق پر چھاپا مارتا ہے۔ سنگھرش ہوتے ہیں پاپ کرنا پڑتا ہے۔ دلوں میں غصے کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ وچاروں اور طاقت میں ٹکراؤ ہونے لگتے ہیں اس سے سچ اور جھوٹ میں، اپنے پرائے میں، انصاف اور بے انصافی میں تمیز کرنے کی طاقت سلب ہو جاتی ہے اور انسانی سچائی حق و انصاف کے مارگ سے بھٹک کر عذاب سخت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سکھوں کا متلاشی دکھوں کا خزانہ سمیٹ بیٹھتا ہے دنیاوی حرص و ہوا کے اس مارگ کو چھوڑتا ہی نہیں اور کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خویش و اقارب ساتھ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اب ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ گویا من کی لگن اور محویت اس کی دشمن ثابت ہوتی ہے۔

اے ارجن باغباں نے باغ میں کتنے سندر پھول لگائے ہیں۔ کتنے پُرکشش ہیں۔ یاد رکھئے یہ توڑنے کے لئے نہیں کیول دیکھنے کے لئے ہیں۔ ان کو توڑنے کی آشا کرنا ہی

اپنے پد سے گرنا ہے۔ اور دوسروں کے حق پر چھاپا ہے جس کو لالچ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور انسان کی مصیبتوں کا جہاں کارن ہی یہی ہے۔ اگر ہر ایک منش اپنے حقوق پر شاکر رہے اس سے زیادہ کی اچھیا نہ کرے یعنی دوسروں کے حقوق پر چھاپہ نہ مارے تو کوئی جھگڑا کوئی فساد رونما نہ ہو سکے۔ اپنی اپنی جگہ سب بھلائی کے لئے کرم کریں، نہ دوسروں کی دلشکنی ہو، نہ دُکھ کا دَور دَورہ ہو۔ دوسروں کے حاصل شدہ حقوق کا حسد نہ کریں۔ لالچ نہ کریں، بلکہ جو کچھ اس کے دائرۂ اختیار میں ہے، اسی پر اکتفا کرے تو چاروں طرف سُکھ شانتی کا دَور دَورہ ہو۔ اسی سکھ شانتی کا رشیوں اور اوتاروں نے اپدیش کیا ہے۔

سنگھرش صرف اس سے ہو جو تمہارے حقوق پر چھاپہ مارتا ہے۔ اس کو ضرور اپنے کیئے کی سزا ملنی چاہیئے۔ اصلی شانتی یہی ہے۔ یکطرفہ شانتی تو بزدلی ہے۔ اے ارجن! اگر کوروا اپنے حقوق پر اکتفا کرتے تو وہ بھی راج پاٹ کا سُکھ بھوگتے۔ تمہیں اپنے حقوق ملتے پر جابھی سکھی رہتی۔ سارے بھارت میں سُکھ شانتی کا راج ہوتا۔ حقوق ہر انسان کے ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر ان کو پیدائشی حقوق کہا جاتا ہے۔ اور اپنے پیدائشی حقوق کی رکھشا ہر انسان کا فرض ہے بلکہ اصلی دھرم یہی ہے۔ جب کوروؤں نے اتنا اندھیر کیا اور تمہارے پیدائشی حقوق پر چھاپہ مارا۔ اس لئے میں نے تجھے اپنے وراٹ روپ میں دکھایا کہ یہ سب لوگ کیسے عبرتناک سزا بھگت کر موت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ اے ارجن یہ لالچ میں اندھے ہو چکے ہیں۔ تمہیں ان کو ختم کرنے میں کوئی پاپ نہیں لگے گا۔ میں اس کا ضامن ہوں۔ اس کے انجام سے بالکل بے خوف ہو کر میدان عمل میں کود و۔ تمہیں

اس راز سے بھی آگاہ کر دوں کہ میں نے ہی سب سنسار پیدا کیا ہے۔ اس میں سب پرانیوں کو ان کے کرموں کے انوسار مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے۔ سنسار ایک کرم کھشیتر ہے سب کو چاہیئے میرے لئے کرم کریں۔ جو میرے لئے کرم کرتا ہے وہ سارے سنسار کے لئے کرتا ہے۔ میں اس کو ابدی راحتوں سے مالامال کر دیتا ہوں، جو صرف اپنی ذات کی خاطر کرم کرتا ہے وہ پاپی ہے۔ پاپ کی کمائی کھاتا ہے۔ ساری عمر پاپ کی دلدل میں پھنسا رہتا ہے اور ذلتیں سہتا ہوا مر جاتا ہے۔ اُس کی یہ لگن اسے بار بار اس چکر میں لا کر رُلاتی ہے۔ اور اگر کبھی اس محویت سے نکل جاتا ہے تو لالچ سے مُبرا ہوا سارے سنسار کے لئے کام کرتا ہے وہ سنسار کا پیارا بنتا ہے۔ اور مالک کے دربار میں سنمان کا بھاگی دار بنتا ہے اور نشکام کرم یوگی کہلاتا ہے۔ اور ایسا کرم یوگی ہی گیتا کے ناٹک کا ہیرو ہے۔

نشکام کرم یوگی سب کو مالک کی پیداوار جانتا ہے۔ وہ جو کام کرتا ہے، دوسروں کی بھلائی کی خاطر کرتا ہے، سب کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ اپنے حق سے تجاوز نہیں کرتا۔ اس کے اندر سوبھاوک طور پر دُکھی دنیا کے ساتھ ہمدردی اور سہیوگ کی بھاونا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ دوسروں کے سکھ کی خاطر اپنے سُکھ کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ وہ موجودہ دور کے اس پالیٹیکس میں وشواس نہیں رکھتا کہ امیروں کا دھن چھین کر غریبوں کو امیر بنایا جائے۔ بلکہ جیسے امیروں کا فرض ہے کہ سچائی اور نیکی کی کمائی کرتے ہوئے اونچے اٹھیں۔ اسی طرح غریبوں کو سُکھی بنانے کے سادھنوں کا پرچار کر کے ساری دنیا کو اپنے حق کی کمائی سے مجموعی طور پر خوشحال بنانے کا یتن کرتا ہے۔ یہی سچے کرم یوگی کا فرض ہے اور

یہی گیتا کا آدیش ہے ۔

ارجن نے پھر پرشن کیا کہ بھگوان کرم ۔ اکرم اور بُرے کرموں کے وشئے میں بھی روشنی ڈالیں تاکہ میں اس کی روشنی میں زندگی کے سفر میں کامیاب یاتری بن سکوں ۔

یہاں سے گیتا کے مدھر گیت کا ایک اہم اور مدھر الاپ آرنبھ ہوتا ہے ۔

نواں باب

ارجن نے بھگوان کرشن سے پوچھا کہ کرم کیا ہے جس کو کرنے کے لئے آپ مجھے اس ہولناک جنگ میں کود پڑنے کے لئے حکم دے رہے ہیں اور نشدھ کرم کی کیا پہچان ہے اور کرم کر کے بھی اس کے بندھن سے انسان کس طرح چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے ۔ بھگوان نے ارجن سے کرم کی یوں تشریح کی ہے کہ جہاں کہیں بھی شاستروں میں یا رشیوں منیوں نے کرم شبد کا پریوگ کیا ہے اس کا مطلب ست کرم سے ہے ۔ ست کرم وہ ہے جس کے کرنے سے انسان کو سکھ پراپت ہوتا ہے اور بل پراپت ہوتا ہے ، جس سے دھرم مریادا بنی رہتی ہے ۔ کرم اس کا فرض منصبی ہوتا ہے اور وہ اس کو فرض سمجھ کر کرتا ہے ۔ نشدھ کرم وہ ہے جو دھرم مریادا کے برخلاف ہو ۔ جو گھر کی سوسائٹی ، محلہ کی سوسائٹی ، گرام کی سوسائٹی

شہر و پرانت کی سوسائٹی، دیش و سارے سنسار کی سوسائٹی (سماج) میں انتشار پیدا کرے
رچنا کو تباہ کرے۔ دھرم مریادا کا ناش کرے۔ دُکھ کو دینے والا ہو اور نربل بنانے والا ہو۔
سارا سنسار ایک نظام میں بندھا ہوا چل رہا ہے۔ دھرم اسی نظام کا دوسرا نام ہے
دھرم سے بندھے ہوئے ماں باپ، گھر کے کاروبار سب فیملی کے ہت میں چلاتے ہیں
حکم شہر کا انتظام سنبھال کر رکھتا ہے، صوبہ کا گورنر اسی دھرم کی رکھشا کے لئے
ہوتا ہے اور اس طرح ملک کا بادشاہ ملک کا انتظام کرتا ہے۔
ساری عورت ذات کی جنسی بناوٹ ایک جیسی ہے۔ دھرم وہ چیز ہے جو کہ عورت اور
تمیز سکھاتا ہے۔ عورت اور بہن میں فرق کا احساس کراتا ہے۔ اگر دھرم کی ماہیت
جائے تو گرام میں شہر میں اور ملک میں افراتفری پھیل جائے اور دنیا اس میں لڑ بھڑ کر کٹ
۔ دھرم کی وجہ ہی سے انسان اور حیوان میں فرق ہے۔
سنسار بھر میں دھرم ایک ہی ہے۔ کوئی ایسا ملک یا طبقہ نہیں، جو چوری کو، ڈاکہ کو، قتل
ٹے کو، جوا کو، غصہ کو، لالچ کو، بد دیانتی کو، ٹھگی کو، چور بازاری کو زنا کو یا کسی ممنوع کام
قرار دیتا ہو۔ سارے ملکوں کے قانون جن کی رو سے ملک کی حکومتیں شاسن کرتی ہیں
دھرم کے اصولوں پر بنائے گئے ہیں۔ دھرم کے اصولوں سے متعلق مت بھید سنسار کے
کسی حصہ میں کبھی نہیں ہے۔ اس لئے سارے سنسار کا دھرم ایک ہے۔ جو انسان دھرم
کے اصولوں کے مطابق کرم کرتا ہے وہ کامیاب اور نیک انسان سمجھا جاتا ہے اور عزت
کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جو دھرم کے ورودھ کرم کرتا ہے وہ مجرم سمجھا جاتا ہے۔

وہ ناکام و نامراد اور بد انسان سمجھا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے اور اپنی حقیقت کو کھو کر اور گر کر سنسار کے سُکھ کے سادھنوں سے محروم کیا جاتا ہے ۔

سنسار ایک کرم کھیتر ہے جہاں انسان پیدا ہو کر اچھے بُرے کرم کر کے اونچ نیچ گتی کو پراپت ہوتا ہے۔ شہر کا حاکم، ملک کا بادشاہ دھرم کے اصولوں پر نہ چلنے والوں کو سزا تو دے سکتے ہیں لیکن ان کی قسمت نہیں بدل سکتے۔ دھرم کے اصولوں پر چلنے والوں کو شریف شہری سمجھ کر اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں اس کی قسمت نہیں بدل سکتے۔ لیکن سنسار کا بنانے والا مالک تو اچھے بُرے کرم کی وجہ سے ان کی قسمت بدل دیتا ہے اور انھیں اچھی بُری خوبیوں میں ڈال سکتا ہے ۔

سنسار میں افضل مخلوقات انسان ہیں اور جز مخلوقات حیوان ہیں۔ حیوان ہمیشہ حیوان نہیں رہتے۔ نہ ہی انسان ہمیشہ چاہے وہ کیسا ہی کرم کرے انسان ہی رہتا ہے بلکہ کرموں کے نتیجہ کے طور پر جُونیاں بدلتی رہتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ پرماتما نے انسان اور حیوان بیک وقت مستقل طور پر بنا دیئے۔ اگر ایسا ہوتا تو خدا کو عادل اور رحیم کون کہتا۔

کرم دو چیزوں کا مرہون منت ہے۔ ایک دھرم اور دوسرا مذہب کا۔ دھرم کے متعلق تشریح اوپر مختصر طور پر کی گئی۔ اسی طرح مذہب بھی سارے جگت کا ایک ہے۔ پاٹھک میری اس منطق پر ہنسیں گے۔ لیکن میری یہ اپنی اختراع نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے شاستروں ویدوں اور گیتا کا ایک اہم تتو، حکم اور فیصلہ ہے۔ بائیبل، قرآن شریف کی بھی یہی رائے ہے۔ خدا ایک ہے اور وہ سارے سنسار کا داتا اور سانجھا ہے۔ یہ سنسار کوئی دو یا تین خداؤں کی ملکیت

نہیں ہے جو مسلمانوں کا خدا ہے جو عیسائیوں کا خدا ہے، جو سکھوں کا خدا ہے، جو کمیونسٹوں کی پرکرتی ہے، وہی ہندوؤں کا خدا ہے۔ چاہے اسے محمدؐ صاحب یا مسیحا کہہ دو، یسوع مسیح کا خداوند باپ کہہ دو۔ چاہے اسے کمیونسٹوں کی قدرت کہدو اور چاہے اسے ہندوؤں کا رام۔ کرشن۔ شیو وشنو یا برہم کہہ دو۔ طرزِ بیان و اظہار مختلف ہے لکھشں ایک ہے اس سلسلہ میں جو مت بھید ہیں وہ ناحق شناسی اور تعصب کی وجہ طرز بیان و اظہار پر ہیں۔ ورنہ حقیقت میں ساری انسانیت کا دھرم، مذہب اور خدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے یہ ایک امر مسلّمہ ہے۔ پھر ایک خدا کے دھرم اور مذہب کس طرح دو، تین چار یا جُدا جُدا ہو سکتے ہیں۔ یہ بیرونی مت بھید تو ساری حقیر فرقہ بندی ہے جس نے دنیا کا امن خطرہ میں ڈال رکھا ہے۔ خدا دھرم اور مذہب کا اس فرقہ بندی سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ فرقہ بندی کی قید سے بالاتر ہے۔ اگر یہی حقیقت انسان پر کُھل جائے تو دُنیا میں سُکھ شانتی کا راج قائم ہو جائے۔ دشمنی، حسد، لالچ، غصہ اور دویش بھاؤ کا ناش ہو جائے۔

جہاں اس گیتا روپی ناٹک کا ہیرو کرم یوگی ہے جو دھرم، مذہب، خدا کی یکسانیت میں یقین رکھتا ہوا کرم کرتا ہے جس کے کرنے سے اس کا اپنا اور سارے سنسار کا بھلا ہو اور وہ اُسے صرف اپنا فرض سمجھ کر مالک کا نوکر ہو کر کرتا ہے وہاں اس ناٹک کا ڈائرکٹر ایک واحد خدا ہے جس کے دھرم اور مذہب دو ضروری انگ ہیں۔

انسان ہی ایک ایسا وجود ہے جس نے خدا کا دنیا میں تعارف کرایا اگر انسان نہ ہوتا تو خدا کے وجود کا اظہار بھی نہ ہوتا۔ انسان خدا کی ایجنسی ہے جو اس کے پیغام کو دھرم کے

اصولوں کو نیکی کے کردار کو سنسار میں رائج کرنے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے. جو ایسا نہیں کرپاتا وہ انسان نہیں ہے . وہ نیکی اور بدی کے درمیان نازک موڑ پر کھڑا ہو کر بدی کے گڑھے میں گرنے کی انتظار میں ہے ، اسی نیک انسان کے لئے دنیا کی دیگر مخلوقات دنیا کے دیگر سازو سامان بنائے گئے ہیں . انسان ان سب کا استعمال کرسکتا ہے . دوسری مخلوق ومادیت انسان کا استعمال نہیں کرسکتی . یہ انسان کو خاص حق حاصل ہے . کیونکہ وہ خدا کا نمائندہ ہے . مختلف فرقوں کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی شکل پر بنایا ہے . اور انسان نے پہلے پہل اس کی پہچان کی اور اس کو دیکھا .

انسان ہی ایک کرم یونی ہے جو نیکی کی وجہ سے فضیلت و برتری حاصل کرتی ہے اور بدی کی وجہ سے گراوٹ حاصل کرتی ہے . دیگر سب مخلوق کو بھوگ یونی میں رہتے ہوئے کرم کے کردار کا کچھ پتہ نہیں ہے اور نہ ہی انھیں کرم کرنے کا ادھیکار ہے وہ تو برے انسان کے کرموں کا پھل ہیں . برے انسان کی اپنے کئے کرموں کی سزا بھگتنے کی یونی ہے ان میں اپنی قسمت بدلنے کے سادھن نہیں ہیں . وہ حیوانوں کی شکل میں ایسے لوگ ہیں . جو

روتے ہوئے پیدا ہوئے . روتے ہوئے جیتے رہے ، روتے ہوئے دم توڑ دیا

او بد قسمت انسان اتنا تو بتا یہ تم نے کیا کیا ، تم نے کیا کیا

کرم کرنے کے تین سادھن ہیں . ایک جسم ، دوسرا من اور تیسرا پرماتما جسم کے بغیر کرم ہو سکتے ہیں . لیکن من اور جہان شکتی پرماتما کے بغیر کوئی کرم نہیں ہو سکتا جسم بے حس ہے . من اس میں حرکت ہے اور جہان شکتی اس میں برگ ہے . جہان شکتی ایک عجوبہ ہے جو بریگ بھی

ہے اور سا کھشی بھی ہے جو انسان کے جسم اور من کی حرکت میں شامل نہیں ہوتی۔ لیکن اس حرکت کا موجب ضرور ہے۔ خدا مخلوق کی نس نس میں موجود ہو کر اُسے حرکت میں لا رہا ہے لیکن خود اس کی پیچیدگیوں الائشوں سے پاک ہے۔

من اپنی پر یرک جہان شکتی سے غداری کرتا ہے۔ اور جسم کے ساتھ مل کر اپنا ایک نیا سنسار پیدا کرتا ہے۔ کرم کھیتر میں ایک نئے ناٹک کی رچنا کرتا ہے۔ لیکن جہان شکتی کے عدم تعاون کی وجہ سے اس کا وہ سنسار اور ناٹک ہمیشہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ کبھی بھی سپھلتا حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ ڈھانچہ ریت کی دیوار کی طرح گر کر دُکھ بھوگتا رہتا ہے۔ وہ کرم کرتا ہوا بھی پریشانی، بےچینی اور الجھاؤ میں مبتلا رہتا ہے اور آخر میں شریر اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ من مایوس ہو کر بھٹکتا ہوا حیوان کی یونی کو پراپت ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ جہان شکتی کے ساتھ سہیوگ کرتا ہے اس کی ہدایات کے مطابق انسانیت کے اصولوں پر کاربند رہتا ہوا کرم کرتا ہے تو اُس کا اس جہان شکتی (پریرک) کے ساتھ گہرا سمبندھ ہو جاتا ہے اور اس کے انند و سرور سے فیضیاب ہو کر اس شریر کو بوسیدہ اور ناپاک سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ الگ ہو کر اپنی مہان شکتی کے آغوش محبت میں آرام پاتا ہے۔

من اس مہان شکتی کی ملکیت ہے۔ جسم موت کی ملکیت ہے۔ جسم من سے وابستہ ہے جس وقت من جسم سے وابستہ ہو کر محویت حاصل کر لیتا ہے تو من بھی موت کی ملکیت میں آجاتا ہے۔ جس وقت من اس جہان شکتی سے الحاق جوڑ کر اس میں محویت پیدا کر لیتا ہے تو موت کے حصہ میں صرف جسم رہ جاتا ہے۔

من ہی جسم کے ذریعہ اپنے سنکلپ وکلپ کا اظہار کرتا ہے. من ہی کرم کرتا ہے. من کو ہی سُکھ دُکھ کا احساس ہوتا ہے، جسم کو نہیں. سُکھ دُکھ من کی اپنی کلپنا ہے ۔ ایک آدمی پر آپریشن کیا جاتا ہے ۔ اسے کلوروفارم کا نشہ دیا جاتا ہے. اس کا من سو جاتا ہے، اُس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لو اس کو دکھ محسوس نہیں ہوتا. کیونکہ اس کا من اس کے دُکھ سے بے بہرہ ہے اس لئے جسم کو کوئی دُکھ نہیں ہوتا. جس وقت من جسم سے وابستہ ہوتا ہے تو کانٹا چبھنے کا تھوڑا سا دُکھ بھی ہائے ہائے کی شکل میں اظہار کرتا ہے ۔ اسی طرح ایک راجہ کی سواری بڑی دھوم دھام سے گذر رہی ہے. ایک آدمی کا دھیان کسی دوسری طرف مستغرق ہے یعنی اس کا من کسی دوسری گہری سوچ میں مبتلا ہے. اس کو راجہ کی سواری کے گذرنے کا کوئی علم تک نہیں ہوتا. گویا احساس صرف من ہی کو ہوتا ہے جسم کو نہیں. ایک آدمی آج کسی سے محبت کرتا ہے، کل اُسی سے اُسے نفرت ہو جاتی ہے ۔ یہ سب من کی کلپنا ہے. من ہی کسی چیز کو خوبصورت اور بدصورت بناتا ہے. کسی کو اچھا کسی کو بُرا، یہ سب من کے کارخانہ کی ایجادیں ہیں ورنہ خوبصورتی بدصورتی، اچھائی برائی، خوشبو، بدبو، محبت، نفرت وغیرہ کوئی آزادانہ حیثیت نہیں رکھتی. اس لئے سب چیزوں کو اچھا بنانے کے لئے اپنے من کو پہلے ساتوک بنانے کی ضرورت ہے ۔ من کو پرماتما کے ساتھ جس نے ساری کائنات انسان کے آرام، تفریح سکھ اور آنند کے لئے بنائی ہے، جوڑنا چاہیئے اور اس کے بتائے ہوئے دھرم کے اصولوں پر چلانا چاہیئے. تاکہ وہ شدھ ہو کر اچھی کلپنا کرے، ہر چیز میں پربھو کا نور دیکھے اور بُری کلپنا اس میں پیدا ہی نہ ہو. جب ایسا ہو جائے تو دیکھنا کہ یہ سب نظارے رنگین ہو جائیں گے سب ہی سکھ والے ہو جائیں گے سب پریم ہی پریم

ہو جاوے گا۔ سب طرف بہاریں ہی بہاریں ہو جائیں گی کسی مخالف یا بد حرکت کا کبھی سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ اور تم اپنے آپ کو خدا کی رحمتوں سے مالا مال پاؤ گے۔ یہ سب نظارے تمہارے سامنے ناچیں گے۔ تم ان کے آگے نہیں ناچو گے یہ سب نظارے تمہارے من میں سما جائیں گے اور موت تمہاری طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہ جائے گی اور موت کی بھی موت ہو جائے گی۔

دسواں باب

کرم میں سچ اور اہنسا و سچ اور سکھ کی پرکھ

پیچھے یہ بتانے کی چیشٹا کی گئی ہے کہ کرم کیا ہے۔ بُرا کرم کیا ہے۔ کرم بندھن سے چھوٹنے کے سادھنوں پر بھی کچھ بحث کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا دقیق مسئلہ ہے کہ بڑے کرم کانڈی۔ رشی منی بھی اس کے بارے موہ مایا کے جال میں پھنس کر مخمصے میں پڑ جاتے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کی روزمرہ کی زندگی میں کرم کے مارگ پر سچ اور اہنسا و سچ اور سکھ اور دھرم میں تصادم ہو جاتا ہے۔ انسان اس کے بارے میں بعض اوقات فیصلہ کرنے سے قاصر رہتا

ہے کہ کس کردار کو فوقیت دی جائے۔ اس کے لئے ہمیں ایسا فارمولا وضع کرنا پڑے گا جس کی
وساطت سے صحیح قدم اٹھاتے ہوئے منزل مقصود پر پہنچ سکیں۔

مثلاً قتل کرنا پاپ ہے لیکن فوجی جوان اپنے کمانڈر کے حکم سے دشمنوں کو سماپت کر کے
انعام و ترقی کا مستحق بنتا ہے۔ ماں باپ کا حکم ماننا دھرم ہے۔ لیکن بھگت پرہلاد نے اپنے
باپ ہرناکش کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور امر ہو گیا۔ گورو کی آگیا پالن کرنا پرم دھرم
ہے۔ لیکن راجہ بلی نے جو بامن بھگوان کو تین قدم دھرتی دان کرنے کا وچن دے چکے تھے۔ اپنے
گورو شکراچاریہ کے منع کرنے پر بھی اپنے وچن کو نبھایا۔ گورو کے حکم کو ٹال دیا۔ اس سے جگ
میں یش اور کیرتی کو پا گئے۔ ارجن نے بھی اپنے گورو درونا چاریہ اور دادا بھیشم پتامہ سے
جنگ کر کے شکست دی۔ رشی وشوامتر نے اکال کے وقت کتے کا مانس کھا کر اپنے
پرانوں کی رکھشا کی۔ جب گورو درون آچاریہ میدان جنگ میں اپنے ایک وشیش شستر سے
قیامت برپا کر رہے تھے۔ کرشن بھگوان نے یدھشٹر سے کہا کہ اگر جنگ کا پانسہ پلٹنا چاہتے
ہو تو درون آچاریہ سے جھوٹ موٹ کہہ دو کہ اس کا پتر اشوتھامہ مارا گیا ہے۔ ایسا جھوٹ
دھرم ہے۔ اور درون آچاریہ صرف آپ کے کہنے پر وشواس کریں گے۔ چنانچہ یدھشٹر نے
اس موقع پر جھوٹ کو سچ پر ترجیح دی۔ جس سے جنگ جیت کر دھرم کی ستھاپنا کی۔ اس سے سدھ
ہوتا ہے کہ مصلحت آمیز جھوٹ میں کوئی برائی نہیں۔ جیسے اگر ایک قصائی سے گائے بھاگ
نکلتی ہے۔ تم دیکھ کر بھی اسے نہیں بتاؤ گے کہ گائے کہاں گئی۔ کیونکہ اس سے گائے کی جان
جائے گی۔ ایسا جھوٹ ادھرم نہیں ہے۔ تو دھرم ادھرم کی پہچان کرم کے نتائج پر منحصر ہے۔

جہاں نتائج انسان کی عقل کی رسائی سے باہر ہوں وہاں انسان کی اچھی یا بری نیت پر منحصر ہوگا۔

مہابھارت کے یدھ میں دو اصولوں میں تصادم تھا جس نے ارجن کو مخمصے میں ڈال دیا کہ ایک طرف دادا۔ گورو۔ چچیرے بھائی اور دوسرے سمبندھیوں کی عزت کا سوال ہے دوسری طرف اپنے حقوق کی رکھشا ہے۔ ارجن کانپ رہا تھا اور تذبذب میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ بھگوان کرشن نے اُسے فرض کی ادائیگی اپنے حقوق کی رکھشا کے لئے جنگ کا اُپدیش دیا جس نے ارجن کی آنکھیں کھول دیں۔ موہ کے بندھن توڑ پھینکے اور لڑائی پر بڑی دیرتا سے کمربستہ ہوگیا۔

واستو میں کورو اور پانڈو دو سگے بھائیوں کی اولاد تھے اور چچیرے بھائی تھے حکومت میں دونوں برابر کے حقدار تھے۔ پانڈو کی وفات کے بعد کوروؤں کا پتا دھرت راشٹر گدی پر بیٹھا۔ وہ قدرتی طور پر اپنے بھتیجوں کے مقابلے میں کوروؤں کو زیادہ چاہتا تھا لیکن پرجا کا رجحان پانڈوؤں کی طرف تھا کیونکہ وہ نیائے پر یہ اور دھرم کے اصولوں کو ماننے والے تھے۔ اس لئے دریودھن پانڈوؤں سے حسد کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ ان کو ایسے نیچا دکھایا جائے جس سے یہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔ ایک دن ان کو جوا کھیلنے پر رضامند کر لیا اور چھل کپٹ سے سب کچھ جیت کر ۱۳ سال تک جنگلوں میں چھپتے پھرنے کی شرط بھی لگا دی۔ اور یہ بھی پابندی لگائی کہ اگر آخری برس بھی پانڈوؤں کا اتا پتا کسی نے بتا دیا تو پھر ان کو بارہ برس جنگلوں میں اور گذارنے پڑیں گے اس لئے پانڈو تیرھویں برس بھیس بدل کر

وراٹ نگری (صوبہ سرحد) کے راجہ کے ہاں نوکر بن کر رہنے لگے۔ اسی سال راجہ وراٹ اور کوروؤں میں اختلاف ہوگیا۔ کوروؤں نے راجہ وراٹ کو کمزور جان کر اس پر چڑھائی کردی۔ ارجن راجکمار کے ساتھ رتھ میں بیٹھ کر میدان جنگ میں جانے میں کامیاب ہوگیا۔ راجکمار سے زبردستی تیر کمان لے کر پہلا تیر درون آچاریہ کے چرنوں میں مارا اور دوسرا اُس کے کان کے پاس سے گذارا درون اچاریہ نے کھلے بندوں کہہ دیا کہ دوسری طرف ارجن لڑائی کر رہا ہے۔ کیونکہ پہلے تیر سے اُس نے مجھے پرنام کیا اور دوسرے سے میری خیر وعافیت پوچھی۔ ارجن نے خوب لڑائی کے جوہر دکھائے۔ کوروؤں کو شکست ہوئی۔ وراٹ نگری میں فتح کے شادیانے بجنے لگے۔ فتح کا جشن منایا گیا۔ اس موقع پر راجہ وراٹ نے جو یدھشٹر کے ساتھ شطرنج کھیل رہے تھے۔ بڑے فخریہ انداز میں یدھشٹر سے کہا دیکھئے راجکمار نے کوروؤں کو شکست دینے میں کیسی ویرتا اور ساہس دکھایا۔ یدھشٹر نے فوراً کہہ دیا کہ مہاراج آپ غلطی کر رہے ہیں۔ اس کامیابی کا سہرا تو ارجن کے سر ہے۔ راجکمار بیچارہ تو گھبرا کر بھاگنے لگا تھا۔ ارجن نے تو اُسے باندھ کر رتھ پر بٹھایا اور خود اُس کے ہتھیار سنبھال کر کوروؤں کے دانت کھٹے کئے۔ مہاراج کرشن نے پرگٹ ہو کر یدھشٹر کے بیان کی تصدیق کی۔ سب پانڈو وہاں ظاہر ہوگئے۔

راجہ وراٹ نے ایک کانفرنس بلائی۔ جس میں پانڈوؤں سے ہمدردی رکھنے والے سب راجے بلائے گئے اس میں وچار ہوا کہ پانڈوؤں کو کس طرح اپنا راج واپس دلایا جائے۔ کسی نے فوراً چڑھائی کرنے کا مشورہ دیا۔ کسی نے صلح صفائی سے بات چیت کرنے

کی صلاح دی۔

آخر بھگوان کرشن نے خود کوروؤں کے دربار میں حاضر ہو کر سمجھایا کہ کورو اور پانڈو بھائی بھائی ہیں۔ اختلاف سے خاندان تباہ ہو جائے گا۔ بڑے بڑے سوربیر اور نیتی کشل نشٹ ہو جائیں گے۔ اول تو وہ آدھے راج پاٹ کے حقدار ہیں لیکن پورا حصہ نہیں، تو کیول اُن کو گذارے کے لئے صرف بارہ گاؤں ہی دے دیجئے تا کہ بھارت ورش وناش سے بچ جائے۔ لیکن دریودھن بہت ضدی اور ہنکاری تھا چپہ بھر زمین دینے سے بھی منکر ہو گیا اور بھگوان کرشن جو دوت کی حیثیت سے آئے تھے ان کو بندی بنانے کی کوشش کی۔ بھیشم پتامہ اور درون آچاریہ جیسے نیتی کشل لوگ بھی دانش سے کام نہ لے سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بھگوان کرشن کو ناکام لوٹنا پڑا۔ جس کا انجام کوروکشیتر کے مقام پر ایک بھیانک یدھ کے رُوپ میں پرگٹ ہوا۔

جنگ کا بگل بج رہا ہے۔ دونوں مسلح فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ڈٹی ہوئی ہیں۔ ارجن نے مقابلے پر آئے ہوئے سگے سمبندھیوں پر نگاہ ڈالی۔ گورو درون آچاریہ اور بھیشم پتامہ کو دیکھا تو یکایک اس کو خیال آیا کہ اے ارجن اگر یدھ میں جیت حاصل بھی کر لی تو کیا فائدہ۔ سارا خاندان نشٹ ہو جائے گا، پتر لوک میں ہمارے بزرگوں کو عزیزوں کے اچھے کرموں کا پھل نہیں ملے گا۔ ورن آشرم دھرم کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کرم دھرم نہیں رہے گا استریاں دراچاری ہو جائیں گی۔ سارے ملک میں تباہی آ جائے گی۔ یہ تصور کرتے ہی ارجن کانپنے لگا اور من میں کہا۔ اے ارجن اس راج سے بھیک مانگ کر گذارہ کر لینا اچھا ہے۔

پھر خیال آیا۔ سامنے کھڑے ہوئے تو سب اَدھرم پر تلے ہوئے ہیں۔ ہمارا پیدائشی حق چھین لیا۔ بھری سبھا میں دروپدی کے ساتھ جو سلوک کیا کتنا ظلم اور انیائے تھا۔ اُن کے چھل کپٹ سے ہم نے بارہ ورش جنگلوں کی خاک چھانی۔ یہ خیال آتے ہی اُس کے مَن میں ہلچل پیدا ہوگئی اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ دھرم اور ادھرم کے سنگم پہ کھڑا تھا۔ حیران تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اُس وقت بھگوان کرشن اس کی پریشانی کو بھانپ گئے اور للکار کر کہا ارجن بزدل مت بنو۔ جنگ سے مُنہ موڑے گا تو ادھرم کو بڑھاوا دوگے۔ کھشتری ونش کی بدنامی ہوگی۔ یہ بدنامی کا دھبہ موت سے بھی زیادہ دُکھدائی ہے۔

گیتا نے کبھی ایسے تیاگ کا آدیش نہیں دیا کہ گھر بار اور اپنے پیدائشی حقوق چھوڑ کر کاروں کی طرح جنگلوں میں گھومتے پھرو۔ یہ تو شکست خوردہ ذہنیتوں کا کردار ہے۔ گیتا کا آدیش تو اپنے حقوق اور دھرم کی رکھشا کے لئے کرم کرنے کا ہے۔ اسی آدیش کی روشنی میں ہی گاندھی جی نے سنگھرش جاری رکھا اور آخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ تو کرم اور اکرم میں تمیز کرنے کی کسوٹی پوتر گیتا ہے۔

جنگ مہابھارت کے خطرناک نتائج جن سے ارجن نے بھگوان کرشن کو پہلے سے سوچت کردیا تھا، سامنے آگئے۔ کھشتری ونش کی تباہی ہوگئی۔ کروڑوں آدمی میدان جنگ میں مارے گئے۔ دنیا بڑے بڑے عالم، فاضل، فلاسفر، شور بیروں سے خالی ہوگئی۔ سولہ کلا سمپورن بھگوان بھی سب نتائج سے آگاہ ہوتے ہوئے ارجن کو جنگ کا اُپدیش کرتے رہے۔ کیونکہ انھوں نے دھرم کے مقابلے میں جگت کے وناش کی پرواہ نہ کی۔ کیونکہ وہ اس راز سے بخوبی

واقف تھے۔ کہ دھرم کے معاملے میں دنیاوی جاہ وجلال کچھ وقعت نہیں رکھتا اور اگر یہ جاہ وجلال کے نشے میں مدہوش ظالم لوگ زندہ رہے تو دھرم کا مکمل وناش ہو جائے گا۔ جس کو بچانا کھشتری کا فرضِ اولین ہے۔

بھارت نے آج تک گیتا کے اس آدیش کو سر جان کی بازی لگا کر نبھایا ہے۔ چین سے ٹکر لی اسی اصول پر ورنہ پہاڑی اور بنجر دشوار گذار دھرتی کی کیا اہمیت تھی۔ پاکستان کو دو بار نیچا دکھایا۔ محض ظلم کو مٹانے اور اپنے حقوق کی رکھشا کی خاطر جس کے لئے جنگ کی ہولناک تباہی اور اہنسا کے اصول کو اپنایا۔ چونکہ ارادے نیک تھے۔ حق وانصاف پر مبنی تھے۔ اس لئے اپنی قدیم تاریخی روایات کو قائم رکھا۔ اور ایک انچ زمین سے بھی دستبردار ہونا گوارا نہ کیا۔ اور ہمیشہ کامیابی نے اس کے قدم چومے۔ کرم کی اچھائی اور برائی میں ارادے بھاونا اور نیت نیک وبد کی تشخیص کرا دیتی ہے۔ گویا کرم میں بھاؤناؤں کا استھان کافی اتم ہے۔

گیارہواں باب

پرماتما کی ہستی ۔ دھرم اور موت کا احساس

اس سے پہلے دھرم کی مہانتا اور اس کی لازوال شکتی اور ادھرم کی خوفناک تباہیوں کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ فی الحقیقت دھرم ہی مہان ہے۔ اس پرماتما نے آج تک بڑے بڑے رشیوں۔ منیوں کی معرفت سنساری لوگوں تک دھرم کو بچانے کا سندیش دیا ہے۔ کیونکہ بھگوان کو یہی راستہ پیارا ہے جو دکھوں کے بھنور میں پھنسی ہوئی دنیا کے لئے ایک ماتر سہارا بنتا ہے۔

دنیا پر عیاں یا پنہاں تین قسم کا بھے یا خوف جڑ اور چیتن پر چھایا ہوا ہے۔ پرماتما اور دھرم کا پنہاں طور پر اور موت کا خوف عیاں طور پر رہتا ہے۔ اس لئے انسان کوئی ظلم اور بے انصافی کرتے وقت ہچکچاتا ہے اور ہر ایک برائی کو کھلم کھلا کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ گو جمہوری نظام میں تقریباً ہر ایک دیش میں چور بازاری، خویش پروری، رشوت اور بے ایمانی کا دور دورہ ہے۔ اور سرکردہ حاکم ادھرم کے ان کاموں میں شریک ہو جاتے ہیں اور درپردہ اس کی حمایت تو ہر ایک کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ لیکن کھلم کھلا بڑے سے بڑا حکمران بھی اس کے جواز کی حمایت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دھرم اور پرماتما کا خوف ان کو ایسا کرنے

سے روکتا ہے ۔ خود مختار حکمراں کبھی برائی اور بے انصافی پیدا کرنے والے کاموں کا عوام میں کھلا کھلا مظاہرہ کرنے سے جھجکتے ہیں ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پرماتما اور دھرم کا خوف مہذب دنیا کی نس نس میں بھرا ہوا ہے ۔ صرف اِس کو سنایاں کرنے میں جرأت اور حوصلہ کی ضرورت ہے ۔ اور یہ کیول ایسے منش کر سکتے ہیں جو اپنے ارادوں کو عقل کے ادھین رکھتے ہیں اور دنیاوی الجھنوں اور پدارتھوں میں پھنسنا پسند نہیں کرتے ۔ کیونکہ سنساری بھوگوں میں اُلجھے ہوئے لوگ تو ہر ایک برائی کو امرت سمجھتے ہیں ۔ وہ یہ نہیں جان پاتے کہ پورن شانتی اور خوشی کے جھرنے تو دھرم کی راہوں میں پھوٹ رہے ہیں ۔ اور ابدی خوشی کے رس ٹپکتے ہیں ۔ اور اسی راہ میں بھگوان شیام سندر ایک ہاتھ میں کنول کا پھول ایک ہاتھ میں گدا اور ایک ہاتھ میں سنکھ لئے دکھائے گئے ہیں جو دنیا والوں کو سوچیت کر رہے ہیں کہ نیکیوں اور دھرم کا راستہ ہی میرا راستہ ہے ۔ اسی کو اختیار کر تو چاروں طرف سُکھ اور شانتی کا راج ہوگا ۔ دوسرے راستے پر کانٹے ہیں ، کھڈے ہیں ، کھائیاں ہیں جو چیزیں بظاہر تجھے اچھی لگتی ہیں اور تجھے اپنی طرف کھینچتی ہیں وہ تیری دشمن ہیں ۔ کھانڈ میں لپٹی ہوئی بِس کی گانٹھیں ہیں ۔ اس لئے میرے اور ابدی خوشی کے راستے کی طرف چل میں تیرا پرم پریم سواگت کرنے کے لئے کھڑا ہوں ۔ بے کھٹکے میری طرف آ ۔ میرا سدرشن چکر تیرے دشمنوں کے وناش کے لئے چل رہا ہے ۔ اور گدا تیرے دشمنوں کے سر پھوڑنے کے لئے کافی ہے ۔ کنول کا پھول تیرے دل میں امرت بھری خوشبو دیگا ۔ اور سالوک پربھاؤ کا ساکھشات کرائیگا ۔ سنکھ کی مدھر دھونی خواب غفلت میں پڑے ہوئے کو پکار رہی ہے ۔

اٹھ جاگ مسافر بھور بھئی اب رین کہاں جو سووت ہے
جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے سو کھووت ہے

تصویر کے دونوں رخ انسان اپنے دائیں بائیں ہر وقت دیکھتا ہے لیکن حقیقت سے ناآشنا ہو کر سنتا ہوا دیکھتا ہوا اور سوچتا ہوا اٹھتا ہوا بھی انجان بن جاتا ہے۔ اس لئے پربھو کے راستے کو چھوڑ کر شیطانی راستہ اپناتا ہے بھگوان انسان کی غلط روی سے بہت دکھی ہوتا ہے لیکن اس کا یہ نیم اٹل ہے۔

کرم گتی ٹارے نہ ٹرے۔ جیکے انوسار انسان پھر سے کشٹ سہتا ہے۔

صرف دھرم سے پیار کرنے والے کو وہ راستہ دلکش نہیں دکھائی دیتا ہے جس سے وہ شیطانی راستوں کے دھوکے میں نہیں آتا۔ وہ حقیقت کو جانتا ہے کہ اُدھر وش ہے اور ادھر امرت ہے یعنی حیات ابدی۔ آتمک بدھی کا یہی کرتویہ ہے۔ اور اس کو عقل سلیم بھی کہتے ہیں۔ اس کی بدولت انسان سنسارک وشیوں میں نہیں پھنستا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب آنے جانے والے آنند ہیں۔ اور لافانی اور ابدی آنند تو دھرم کا مارگ ہے۔ اور یہی سکھوں کا خزانہ ہے اور مکتی کا سادھن ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ چونکہ اپنے پچھلے کرموں کے انوسار پھر سے انسانی جامہ میں سنسار میں پھینکا گیا۔ لیکن اب کے اس کے کرم کرنے کا ڈھنگ نرالا ہے۔ اب وہ اپنی جیون روپی یاترا میں ہر کام کو دھرم کی درشٹی سے دیکھتا ہے۔ اُس کا لگاؤ سنسارک وشیوں میں ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر کرم میں مستقل مزاجی سے دھرم کی راہ پر چلتا ہے۔ وشے بھوگوں سے اداسین رہتا ہے اور بھگوان کی مدھر لیکار کی

طرف کان لگا کر رکاوٹوں اور مصیبتوں سے نپٹتا بے دھڑک چلتا ہے۔

بھگوان نے سنسار کی یگیہ کے روپ میں رچنا کی ہے۔ یگیہ وہ کرم ہے جو سب کے لئے سُکھ۔ شانتی اور بھلائی کے سادھن پیدا کرتا ہے۔ بھگوان نے اس یگیہ کی رچنا کر کے منشوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں رہتے ہوئے میرے اس یگیہ کو میری خاطر چلاتے رہو۔ لیکن کم عقل انسان من میں فیصلہ کر لیتا ہے کہ ہم ہیں دنیا کے لئے دنیا ہمارے واسطے۔ اس طرح اپنا ایک نیا خیالی سنسار بسانے لگتا ہے۔ گویا اپنے مالک سے بے وفائی اور غداری کر بیٹھتا ہے اور سنسار کو اپنا بناتے بناتے خود مٹ جاتا ہے۔ اگر پربھو کی ملکیت سمجھ کر اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر اس کرم کو کرتا تو اس کی بخششوں سے ہمکنار ہوتا اور یہ کرم اس کے لئے پارس بن جاتا۔ جب اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے محض کرم کرتا ہے تو انت میں غرق ہو جاتا ہے جیسے کہ سُراب دھوکے کا سمندر معلوم ہوتا ہے جسکو واستوک پانی سمجھ کر ہرن دوڑتے دوڑتے جان دے دیتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان روزمرّہ کے تجربات سے یہ جان لیتا ہے کہ یہ سب کچھ غیر ابدی اور فانی ہے تو پھر ایسے کرم کر کے اپنے لئے کیوں کانٹے بکھیرتا ہے اور ناحق دلدل میں پھنستا ہے۔ اس کا جواب صاف اور سادہ ہے کہ تقریباً سب ذی ہوش انسان جو روزمرّہ کے واقعات کو دیکھ کر جان رہے ہیں کہ یہ سب کچھ فانی ہے۔ بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کا نام تک نہیں رہا۔ اُس کے اپنے بزرگ نہیں رہے۔ اسی طرح ہم بھی نہیں رہیں گے لیکن پھر بھی بُرے کرم کرنے سے نہیں ہٹتا۔ اِس وجہ صاف ہے کہ جان لینے اور پورے طور

پر باخبر ہونے میں کافی فرق ہے۔ پوری طرح سمجھ لیتا ہے تو اُس کی بدھی نشچے آتمک ہو جاتی ہے یعنی عقلِ سلیم مل جاتی ہے۔ لیکن جب تک شریر رہے گا عقلِ سلیم کے مالک کو بھی کرم کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ ع جگ سے بھلے کوئی بھاگ لے۔ من سے بھاگ سکے نہ کو

ہاں اتنا ضرور ہے کہ عقلِ سلیم کا مالک ایسی ہوشیاری سے کرم کرتا ہے کہ کرم اُس کو باندھنے والے نہیں ہوتے۔ بلکہ بندھن سے آزاد کرانے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے پُرش کو کرم یوگی کہتے ہیں اور انھیں کے سہارے سنسار چل رہا ہے۔ ایسے پوتر لوگ اچھی طرح سنسار کی ماہیت کو جان لیتے ہیں کہ دنیا کا یہ نظر آنے والا سلسلہ ایک دھوکا ہے۔ وہ محض پرماتما کے چلائے ہوئے یگیہ کی پورتی کے لئے پرماتما کا حکم بجالاتا ہے اور نشکام کرم کرتا ہے جس سے سنسار میں سُکھ شانتی کی وردھی ہوتی ہے۔ من کا شیشہ صاف ہوجاتا ہے۔ اور من کی آنکھوں سے ہر حالت میں اُس ازلی روشنی کا پرکاش دیکھتا ہے اور پربھو کے ساکھشات درشن کرتا ہے۔ اگر سنسار کے فانی ہونے سے متاثر ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتا ہے تو اُس کا یہ کرم فضول چلا جاتا ہے۔ کیونکہ کرم تو من کرتا ہے۔ باقی جسم کے اعضا کا کرم کے نتائج سے تو کوئی سروکار نہیں۔ اور من سنسار ک واسناؤں کی محویت میں گھرا ہوا ہے جو منش کو کھینچ کر سنسار کی واسناؤں میں پھنسا کر بے بس کر دیتا ہے۔ کرم یوگی کو من کی اِن کلپناؤں سے سنگھرش کرنا پڑتا ہے۔ اس مقابلے سے ہی عقلِ سلیم حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے

ع من کے جیتے جیت ہے۔ من کے ہارے ہار

عقلِ سلیم کی پراپتی کے لئے علم اور عمل کا لازم ملزوم جان یعنی عالم باعمل ہونا ضروری

ہے۔ اس لئے بھگوان نے ارجن کو بار بار گیتا میں اس مہتو پورن راز سے آگاہ کیا ہے۔ جیساکہ (۱) اے ارجن یُدھ بھی کرتے رہو اور میرا اسمرن بھی کرو۔ (۲) میرے لئے یعنی دھرم کی رکھشا کے لئے یُدھ کرو میں تم کو یُدھ کے بندھن سے آزاد کر دوں گا اور (۳) میری آگیا کا پالن کرنے سے یقیناً تم کو فتح ہوگی۔ (۴) کرم چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جانے کا خیال سماپت کر دے۔ میری سرپرستی میں تجھے کسی پرکار کا بھے نہیں، میں تجھے پار لے جاؤں گا۔

ارجن نے سوال کیا۔ اے بھگون من میں اٹھنے والے طوفان۔ من کی گتی اور من کے بھاوؤں کو روکنے کی جب ہی کوشش کرتا ہوں، تو اپنے آپ کو بے بس پاتا ہوں۔ من بڑا بلوان ہے۔ یہ میرے روکنے کے ارادوں کو ملیا میٹ کرتا ہوا کہیں کا کہیں نکل جاتا ہے۔ کرپا کر کے مجھے اس پر قابو پانے کا طریقہ بتلائیے۔ بھگوان نے کہا۔ ارجن واقعی من بڑا بلوان اور زبردست ویگ کا مالک ہے۔ اس کو جیتنا بہت کٹھن ہے۔ لیکن پورا ویراگ اور پوری لگن سے میری شرن میں آؤ۔ اور سب کرموں کو صحیح ڈھنگ سے کرنے میں میرا آسرا لو۔ ایسا کرنے والوں کا ساری الجھنوں، مصیبتوں اور بُرے کردار کے اثر کو مٹا کر راستہ صاف کر دوں گا۔ جیسے سورج نکلنے سے دھند اور کہرہ صاف ہو جاتا ہے اور میرا آسرا نہ لے کر کرم کرنے والوں کی وہ حالت ہوتی ہے۔ جیسے طوفان میں گھری ہوئی کشتی کی۔ ایک چابکدست ملاح ہی ایسی کشتی کو موجوں کے تھپیڑوں سے نکال کر لے جا سکتا ہے۔ اس لئے کرم کو چھوڑنا خطرناک ہے۔ اسی طرح بغیر میرے آسرے کے کرم کر کے کامیابی حاصل کرنا بھی ناممکن۔

بھگوان نے گیتا میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ میں سب پرانیوں کے ہردے میں موجود

رہتا ہوں۔ سب کو کرموں کے انوسار بھر تا ہوں۔ اس لئے کرموں کو چھوڑنے کا حوصلہ کرنا خارج از امکان ہے۔ بلکہ سب کرموں کو میری ہدایت کے مطابق اور سنسار کے چلائے ہوئے یگیہ کی خدمت کے لئے کرنے سے میں تمہاری شریر یاترا کو سپھل بنا دوں گا۔

بھگوان نے ارجن کو اپنی سرودیا پکتا سمجھانے کے لئے فرمایا ہے۔ اے ارجن! میں سب پرانیوں کی آتما ہوں اور سب اندریوں میں من میں ہوں۔ جگت کا آدمی درمیان اور اخیر میں ہوں۔ پر بھاؤ شالی پرشوں کا پربھاؤ میں ہوں۔ پانی میں آگ میں ہوں، آگ میں پانی میں ہوں۔ میدان جنگ میں جیت میں ہوں۔ جیون میں ہوں۔ مرتیو میں ہوں۔ گیان میں ہوں۔ کرم میں کریہ میں ہوں۔ آنکھ۔ کان اور پیٹ میں پاچن شکتی میں ہوں۔ خفیہ رازوں میں مون کی شکتی میں ہوں۔ نیکی کا ارادہ اور بدی کی سزا میں ہوں۔ پرانیوں میں چیتنا میں ہوں۔ نزدیک سے نزدیک اور دُور سے دُور بھی میں ہوں۔ ہر کرم کی چیشٹھا مجھی سے ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ سب جڑ چیتن کا میں ہی آدھار ہوں۔

سارا جگت میری مٹھی میں ہے۔ انسان نہ مجھ سے منہ موڑ سکتا ہے، نہ من مانی کر سکتا ہے، نہ مجھ سے کچھ چھپا سکتا ہے۔ اس لئے حقیقت سے بے بہرہ نہ بن۔ میرا ہی آسرا لے کر میرے راستے پر چل کر فرائض منصبی سے سبکدوشی حاصل کر۔ میں تیری دستگیری کروں گا، اور تجھے بھوساگر سے پار اتاروں گا۔ جو شخص یکدلی اور یکسوئی سے میرا سہارا لیتا ہے اور میرے لئے اپنے آپ کو وقف کر کے کرم کرتا ہے، اُس کے جیون کی سب ذمہ داریوں کا میں ضامن ہوں۔

بارھواں باب

پچھلے باب میں بھگوان نے ارجن کو بتلایا کہ کرموں کو ہوشیاری سے کرنے سے آتمک بُدھی یعنی عقل سلیم کا حاصل کرنا اشد ضروری ہے۔ عقل سلیم سے ہی انسان کرم کے نیک و بد پہلو پر وچار کر سکتا ہے اور وہ اس فارمولے کا ہر جگہ استعمال کرتا جاتا ہے کہ دنیاوی چیزیں فانی ہیں۔ ان سے اُداسین رہ کر صرف کام پرمارتھ کی درشٹی سے کیا جائے۔ اور ہر کام کیول پرماتما کے لئے کیا جائے۔ اس سے آدمی پاپ پُن کے چکر سے نڈر رہ کر اپنے اُتم لکھش کے مارگ پر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایسے شخص کو اہنکار۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ اور موہ کے اٹھتے ہوئے طوفان اور ان سے پیدا شدہ پیچیدگیاں پریشان نہیں کرسکتیں۔ بلکہ اُن کو ایسے بس میں کر لیتا ہے جس طرح ایک سپیرا زہریلے اور خطرناک سانپوں کو اپنے منتروں کے زور سے قابو میں کر لیتا ہے اور اُن کو گلے میں ڈالے پھرتا ہے۔ اسی طرح عقل سلیم یا آتمک بدھی کا مالک سانپوں سے بڑھ کر زہریلی اندریوں کو پاؤں تلے روندتا ہوا جیون کے زہریلے سفر کو امرت بنا لیتا ہے۔

ساری دھارمک پستکیں، ہر مذہب و ملت کے سنت مہاتما پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ اور اہنکار پانچوں انسان کو برائیوں کی طرف لے جاتے ہیں

اس لئے بچ کر چلو۔ ہر ہر کار کی برائی انسان سے انھیں کے کارن ہوتی ہے۔ گمراہ بھی یہی کرتے ہیں۔ اپنی اصلی راستہ سے بھٹکا کر تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ان پانچ خواص کا پھاؤ تھوڑا بہت منش لوک، پتر لوک، سوریہ لوک، چندر لوک و سورگ و نرک و دیولوک پر بھی پڑتا ہے۔ اب ذرا ان پانچ خواصوں کی چھان بین کر کے ان کی حقیقت کی پہچان کرنی چاہیئے۔ یہ سنسار پانچ خواصوں کا مرکب ہے۔ جیو۔ جنتو۔ جڑ چیتن سبھی کی پیداوار ہیں۔

اس مسئلہ کی گہرائی میں اترنے پر معلوم ہوگا کہ یہ خواص انسان کے اندرونی نظام میں من کا روپ دھارن کر کے سنکلپ اور وکلپ بن کر باہر کے سنسار پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اپنے میل کے ساتھ ٹکرا کر حرکت پیدا کرتے ہیں۔ گویا اندر کے خواص کا باہری نظام سے سنگھرش کا نام ہی سنسار ہے۔ گویا سارا باہر سے نظر آنے والا سنسار ان گنوں کے باہمی سنگھرش سے بنا ہے۔ اور انسانی جسم میں من ان کے رہنے کا مقام ہے۔ ویسے من ایک جڑ وستو ہے۔ کیول پرماتما کی شکتی من میں اور باہری جگت میں ایسے گنوں کو حرکت دیتی ہے۔ اور سارے گنوں کا آپس میں سنگھرش مختلف قسم کے دکھ سکھ پیدا کرتا ہے۔ صرف من کا پرماتما سے الحاق ان گنوں میں حقیقت یعنی روحانیت پیدا کرتا ہے اور جب تک یہی من سنسارک گنوں سے بالواسطہ طور پر وابستہ رہتا ہے انسان کے لئے کٹھنائیاں بے چینیاں اور دکھ پیدا کرتا ہے۔ انسان ان گنوں سے موہت ہو کر لاانتہا ہی چنتاؤں میں گھر گھر کر نشٹ ہو جاتا ہے اور یہ تعجب یہ ہے کہ ان گنوں کی ترپتی کبھی نہیں ہوتی۔

جتنا اِن کی طرف میل ملاپ رکھا جائے ان میں اُبھار کی آگ بھڑکتی ہے اور انسان اس چکر میں مبتلا ہو کر ست پتھ سے گر جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب جڑ اور چیتن ان گنوں کا ہی وِکار ہے۔ اس کے بغیر نہ انسان انسان ہے اور نہ سنسار ہی سنسار کہلا سکتا ہے تو پھر انسان اِن گنوں کی پابندی سے کیسے بچ سکتا ہے۔ انسانی زندگی کس آسرے پہ کھڑی ہوگی اور انسان کا بیوہار کیسے کیسے چلے گا۔

مقدس گیتا نے اس کا حل یوں بتلایا ہے کہ کام۔ کرودھ، لوبھ، موہ اور اہنکار ورتیاں پیدائشی ہیں اور انسان کی ساری زندگی میں ساتھ ساتھ سائے کی طرح چلتی چلتی رہیں گی۔ جب تک من کا جیو آتما سے سمبندھ رہے گا تب تک اونچ نیچ جونیاں کیوں نہ بھوگنی پڑیں یہ خواص ساتھ رہیں گے لیکن ان میں مناسبت پیدا کرنے سے ان کا زہریلا اثر ختم کیا جا سکتا ہے اور انھیں سکھدائیک بنایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے گیتا نے اس کا صحیح حل یوں بتلایا ہے کہ ورتیوں میں نہ زیادہ پھنسنا چاہیئے اور نہ ہی بالکل الگ ہونا چاہیئے۔ ہر ورتی کی برائی کو ختم کرنے کا واحد علاج یہی ہے کہ ع۔ الفت زیادہ نہ وحشت زیادہ۔ یعنی ہر ورتی کا مناسب پریوگ ہر انسان کی قابلِ عزت زندگی کے لئے ضروری ہے۔ جیسا کہ سانپ بے شک ڈسنا چھوڑ دے لیکن پھنکار چھوڑ دینا اُس کی ذلت اور رسوائی کا کارن ہوتا ہے۔ اس لئے ایسی ورتیوں کا انسانی جامہ میں بالکل تیاگ کرنا ناممکن ہے جیسا کہ اہنکار ہے۔ اگر یہ ورتی بالکل نشٹ ہو جاتی ہے تو جسم کیا آتما بھی مر جاتی ہے۔ ہاں یہ اُس وقت انسان کو اپنے پتھ سے گرا دیتی ہے۔ جب

انسان کسی سپھلتا پر اپنے من میں سوچنے لگتا ہے بلکہ دعویٰ سے کہنے لگتا ہے کہ یہ کام میرے بغیر کیسے ہو سکتا تھا۔ میں ہی اس کو سر انجام دے سکتا تھا۔ کیونکہ میرا اثر رسوخ بہت زیادہ ہے۔ میرا کنبہ با رسوخ ہے۔ میرا دھن۔ میرا بل۔ میری عقل اوروں کے مقابلے میں زیادہ تھی جس سے مجھے کامیابی ملی۔ اس وقت ایشور کی شکتی سے بھی انکاری ہو جاتا ہے۔ اور جب اس سے اُلٹا نتیجہ نکلتا ہے تو برہم ہو اٹھتا ہے۔ غصہ کا ردِ عمل ٹکراؤ سے بڑھ جاتا ہے۔ اس سے دو طاقتوں کا سنگھرش ہو جاتا ہے۔ غصّہ کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ ایک ہار جاتا ہے، ایک جیت جاتا ہے۔ ہارے ہوئے آدمی کے اندر دشمنی کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ مقابلہ کے لئے مزید تیاری میں لگ جاتا ہے۔ اور جیتنے والے کے اندر ہنکار اور دوسروں کے حقوق پر مزید چھاپے مارنے کا جذبہ موجزن ہو اٹھتا ہے۔ اس سے آتما کے گنوں میں بھی نامناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ دونوں پیتھ سے گر جاتے ہیں۔ نیکی اور بدی کی سوجھ جاتی رہتی ہے اور اس وقت باقی گن بھی اُن کے ویووہار پر اپنا اثر ڈالنے لگتے ہیں اور انسان کو بے حس بنا دیتے ہیں۔ اگر اسی ہنکار کو اس حد تک عمل میں لایا جاتا کہ میں نے اپنے فرض کو کوشش کرنے اور پرمارتھ درشٹی سے کرم کرنے تک پورا کیا ہے۔ باقی سب کچھ کامیابی یا ناکامیابی تو پرماتما کے ہاتھ میں ہے۔ اس نظریئے سے ہنکار بھی اُس کا ساتوک ہنکار ہو جاتا۔ پھر سپھلتا پر ہنکار اور اسپھلتا پر کرودھ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس سے سپشٹ ہے کہ کرودھ ایک ایسی حس ہے جس کے اعتدال سے ارادوں میں جنبش آتی ہے۔ کام کرنے کی اسپرٹ جاگ اٹھتی ہے خون میں جوش اٹھتا ہے جس سے انسان اپنے پریوار، سماج یا اپنے دائرہ عمل میں کنٹرول رکھ

سکے گا۔ اسی طرح لوبھ یا لالچ بھی اعتدال سے زیادہ انسان کو اپنے پتھ سے گرا دیتا ہے لیکن اگر بالکل یہ حس ختم ہو جائے تو انسان میں کسی خواہش کا جنم ہی نہ ہو۔ اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن نہ ہو سکے۔ اب کام یا نفسانی خواہش کی پورتی کو لیجیئے۔ جس کے پورن بس میں آ کر انسان اندھا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات انسانیت سے گر کر دوسروں کی دل آزاری کا کارن بھی بن سکتا ہے۔ لیکن اولاد پیدا کرنے اور انسانیت کے دائرے میں ہوتے ہوئے کام کو کچھ مھتو مل جاتا ہے، بشرطیکہ مناسب اور لائق اولاد پیدا کرنے کے لئے کام کی خواہش ہو۔ اندھا دھند نفسانی لذت کے حاصل کرنے کے لئے محض نفسانی لذت کی خاطر کام کی پورتی ایک مہان پاپ ہے۔ اور قدرتی نظام کے مطابق اولاد پیدا کرنے کے لئے کام کی پورتی رکھتے ہوئے بھی انسان برہمچاری کہلانے کا مستحق ہے۔ کام کی ابتدائی سیڑھی محبت ہے۔ محبت وہ جذبہ ہے جو سوسائٹی یا سماج کے لئے مفید ہے۔ اس سے انسان دشمن کو بھی بس میں کر سکتا ہے محبت اپنوں سے ہوتی ہے۔ کسی نیک خصائل اور بے ضرر انسان سے ہوتی ہے۔ کسی کی خوبصورتی چاہے ظاہر سے ہو چاہے باطنی ہو، انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

محبت کے اثر سے دل سراپا نور ہوتا ہے ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

لیکن جو لوگ کام کے بس میں آ کر نفسانی لذات کے واسطے اپنے بیگانے کی تمیز بھی کھو بیٹھتے ہیں تو پاپ کرتے ہیں اور اس سے دوسری دھرتیوں کی اگنی پر بھی تیل چھڑکتے ہیں، اس لئے داناؤں نے کہا ہے کہ محبت یا پیار میں بھی مناسبت ضروری ہے اور اپنے بیگانے کا فرق

محبت میں ضروری ہے۔ جیسے اپنوں کے ساتھ پیار اس حد تک ہونا چاہیئے جس سے وہ کنٹرول میں رہ سکیں۔ دشمنوں سے تو پیار اور محبت کا دعویٰ کرنا بیکار ہے۔ اندھی محبت بھی ٹھیک نہیں ہوتی۔ اسی طرح عشقِ حقیقی یعنی پرماتما سے محبت نیک بندوں کا شیوہ ہے۔ اور عشقِ مجازی پاپ کی طرف لے جاتا ہے۔ تو اس سے سپشٹ ہے کہ اگر آپ اس قدرتی جذبے کو پرماتما کے لئے۔ پرماتما کے حکم کے مطابق سنسارک سمبندھیوں کے لئے اور پریوار کے لئے جائز حد تک استعمال کرو گے تو یہ ساتوِک محبت ہوگی۔ اسی طرح سب ورتیوں کا یہی حال ہے۔ اگر اِن کو عقل کے اندھے ہو کر کرو گے تو اُن کے گن دھرم تامسی ہوں گے۔ اس لئے اِن ورتیوں کے پریوگ میں ساتوکی ورتی رکھنے والا شخص دیولوک کو پراپت کرسکتا ہے اور راجسی ورتی رکھنے والے منش یونی میں سنسار کے دُکھ سُکھ کے چکر میں پھنستا ہے۔ اور تامسی ورتی والے نیچ یونی میں نرک کے کشٹ کو بھوگتا ہے۔ ان ساتوک راجسی اور تامسی ورتیوں میں کمی بیشی بتدریج اونچی نیچی حالتوں میں دھکیلتی ہے۔ اگر تینوں میں مناسبت پیدا کی جائے تو ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس سے منش شدھ، ستوگنی اوستھا کو پراپت کرکے پرماتما کے نورانی پریم کو ساکھشاتکار کرتا ہے۔

تیرھواں باب

ہر کرم کا پھل پرماتما کے ادھین ہے

پچھلے باب میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بھگوان ارجن کو سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے ارجن سارا سنسار کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ اور ہنکار کے چکر میں مبتلا ہے۔ میرا جیوہ میرے پیدا کئے ہوئے ان وشیوں کے ساتھ کھیلتا ہوا میرا سجھایا ہوا اور میرا ہی منع کیا ہوا ان کے چکر میں بُری طرح اُلجھ جاتا ہے جس سے اپنے آپ کو۔ مجھ کو اور سنسار کی حقیقت کو بھول جاتا ہے۔ اسی کو میری مایا کہتے ہیں۔ اِن وشوں کے زہریلے اثر کو سمجھتے ہوئے بھی ایک شرابی کی مانند ان کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اُلجھنے کے سادھن اپناتا ہے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ ان وشوں میں اپنے گنوں سے نہ وِش ہے اور نہ امرت ہے۔ انسان کا من اِن کے اندر متضاد اثر یعنی امرت اور وِش پیدا کرتا ہے۔ یہ بھگوان کی ہی مایا ہے۔ کہ انسان اِن کو اپنا اور دائمی جانتا ہوا ان کو حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے اور ہمیشہ لین ہو کر ان کی طرف راغب ہوتا ہے۔ تعجب ہے اِن کی بدولت بارہا گر کر بھی نہیں سنبھلتا۔ اس کو بھی بھگوان کی مایا کہتے ہیں۔ حاصل نہیں کر پاتا روزمرہ کی جیون یاترا

میں ان کو ہاتھ سے نکلتے ہوئے دیکھتا ہے۔ پھر بھی ان کے لئے ہاتھ پسارے دوڑا جا رہا ہے اس کو بھی بھگوان کی مایا کہتے ہیں۔

مایا کے اس جال سے چھٹکارا پانے کے لئے انتر مکھی ہونے کی ضرورت ہے۔ یعنی من پر کنٹرول کرنے کی کیونکہ یہ سارے وِشے من کے ماتحت عمل پیرا ہیں۔ من ہی ان کو پرکشش بناتا ہے اور من ہی قابو میں رکھتا ہے۔ من کی شکتی ہے کہ ان وشیوں کی طوفانی چکر کو مناسبت کی رفتار میں لا سکتا ہے جس سے یہ قابل عمل ہو کر مفید اثرات کے حامل ہو جاتے ہیں جس طرح کہ ایک وگیانک ایٹم شکتی کے تباہ کن اثر کو قابل عمل اور مفید کاموں میں لانے کے قابل بنا دیتا ہے۔ من اگر ان وشیوں کا غلام بنتا جائے گا تو اس کی حکمرانوں کی طرح آزادہ روی ختم ہو جائے گی اور اگر اپنی شکتی پر بھروسہ رکھے گا تو یہ وِشے اس کے غلام بن جائیں گے اور ان کا سدا اپیوگ کر کے اپنے اردگرد سکھ شانتی کی بستی آباد کرے گا۔

ان وِشیوں کا موزوں استعمال صرف پرمارتھک مکھی انسان ہی کر سکتا ہے جس نے من کی گتی کو پرماتما کی شردھا اور وشواس کی طرف موڑ لیا ہے اور اپنے ہر فعل کو بھگوان پر بھروسہ کر کے اسی کے سہارے بسر کرتا ہے۔ وہی اس خاردار جھاڑیوں سے الجھتے ہوئے سنسار کی مصائب سے کھیلتا ہوا اور پاؤں تلے روندتا ہوا بڑی کامیابی سے زندگی کا سفر طے کر لیتا ہے ورنہ یہ سفر تو روتے کٹے یا ہنستے کٹے کاٹنا ہی پڑتا ہے۔

کرم کی گتی بڑی گہن ہے۔ تمام مذاہب کی دھارمک پستکوں میں بھگوان کی اس شکتی اور مہانتا کو سپشٹ روپ سے لکھا ہے کہ بغیر پرماتما کی مرضی کے ایک پتہ بھی نہیں ہل پاتا۔ جو

ہونی ہوتی ہے، ہو کر ہی رہتی ہے۔ انہونی کبھی نہیں ہوتی۔ یہ مسئلے انسان کو تذبذب میں ڈال دیتے ہیں اور انسان سوچتا ہے کہ جب سب کچھ پرماتما کی مرضی سے ہوتا ہے، تو پھر انسان کوشش کیوں کرے اور کرم کیوں کرے۔ لیکن واستو میں کرم اور ارادہ ہر سپھلتا کے لئے ضروری ہے۔ جیسے انگلیوں میں پکڑے ہوئے ایک قلم میز پر کچھ اوپر سے چھوڑتے ہیں تو وہ ضرور میز پر جا پڑے گا۔ اور یہ انگلیوں کی گرفت کے ڈھیلا پڑنے کا نتیجہ ہے۔ اس میں ہماری کوشش بے معنی ہے۔ تو اسی طرح اس سے ظاہر ہے کہ کرم کرنے سے پہلے ارادہ اس کرم کا کارن ہوا۔ اگر ارادہ کامیابی حاصل کرنے کا ہو تو ضرور کامیابی حاصل ہونی چاہیئے۔ لیکن ہم کئی دفعہ نتیجہ اس کے برعکس دیکھتے ہیں یعنی ہمیشہ کامیابی نہیں ہوتی۔ اس سے ثابت ہے کہ کرم کے دو مختلف قسم کے پہلو ہیں۔ ایک تو سادھارن کرم جیسے چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، ہاتھوں کو سادھارن کرموں کے لئے ہلانا وغیرہ شریر کے سوبھاوک اور سادھارن کرم ہیں۔ یہ سب بغیر ارادے کے قدرتی طور پر اپنے آپ ہمارے جیون بھر ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے کرم نہ باندھنے والے ہیں اور نہ مکتی دلانے والے۔ ان کے ساتھ من کے ارادے یا سنکلپ کو کوئی دخل نہیں۔ یہ سب ایسے وجود میں آتے رہتے ہیں۔ جیسے انگلیوں کی گرفت ڈھیلی ہونے سے قلم گر گیا تھا۔ جس کرم کے لئے ارادہ کیا جاتا ہے وہ من سے سمبندھ رکھتا ہے۔ جو کرم کسی حصول یا تیاگ کے لئے کیا جاتا ہے اور جس کرم کا کسی دوسرے کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کرنا ہی مقصد ہو وہ حقیقی معنوں میں ساتوک کرم نہیں کہلاتا۔ ارادہ نیک بھی ہو سکتا ہے اور بد بھی۔ مصمم بھی ہو سکتا ہے اور غیر مصمم بھی۔ لیکن یہ من کے سوبھاؤ پچھلے جنموں کے کرموں کے نتائج کے سنسکاروں

پر منحصر ہے۔ اور ارادوں کا نیک یا بد۔ کمزور یا مستقل اور مضبوط یا مصمم و غیر مصمم ہونا من کی شکتی اور گنوں پر نربھر ہے۔ اگر ایشور یہ گیان سے من پرماتم پرائن ہوگا تو اُس کا رجحان دھارمک ہوگا اور اُس کے ارادے بھی شدھ ہوں گے۔ اس لئے نیک کرم کرے گا۔ جو اُس کی ذات کے لئے بھی سُکھدائی ہوں گے اور لواحقین بھی مستفید ہوں گے اور کوئی کرم کرتے وقت وہ سنسار کی بھلائی کے نقطۂ نظر پر درِڑھ رہے گا۔ اور اگر من گردوپیش کے حالات سے بُری طرح متاثر ہو جاتا ہے تو وہ مادیت کی دلدل میں پھنس جائے گا اور جو کرم اُس سے سرزد ہوں گے وہ ادھرم پیدا کرنے والے ہوں گے جو اُس کے اپنے لئے بھی اور سمبندھت لوگوں کے لئے بھی بلکہ سارے سنسار کے لئے دُکھدائی ہوں گے۔ اب اگر دھارمک پُستکوں کے اس نظریہ کو لیں سب کچھ پرماتما کے حکم سے ہوتا ہے تو اس کا مطلب ماسوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ کسی ارادے سے کیے ہوئے کرم کا اچھا بُرا پھل پرماتما کی مرضی سے ہوتا ہے۔ چاہے ارادہ کتنی درِڑھتا سے کامیابی حاصل کرنے کا کیوں نہ کر لیا جائے۔ اُس میں کامیابی اور ناکامیابی پرماتما کے ادھین ہے انسان کو کرم کرنے کا ادھیکار تو ہے، چاہے وہ نیک ارادے سے کرم کرے چاہے بد ارادے سے ہر حالت میں سپھلتا اور اسپھلتا اُس کے موجودہ یا پچھلے کرموں پر موقوف ہے۔ اسی لئے شاستروں میں کہا ہے کہ بغیر پرماتما کی مرضی کے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

شاستروں کے اوپر کے وچن کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان اچھے بُرے کرم پرماتما کے ذمہ دھرتا جائے اور اپنے آپ کو بری الذمہ تصور کرے۔ اس کے لئے بھگوان نے گیتا میں سپشٹ کیا ہے۔ کہ کرم کرنے کا ادھیکار انسان کا اپنا ہے۔ اُس کا پھل یا نتیجہ میرے ہاتھ میں ہے۔

کیونکہ انسان پچھلے کروڑوں جنموں کے پُن پاپ میں پابند ہے کئی دفعہ کسی فائدے کی خاطر کیا ہوا کرم چاہے اس میں کتنا ہی پریشرم اور یتن ہی کیوں نہ کیا جائے نتیجہ نقصان کے روپ میں حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ پرماتما جو ہمارے پچھلے جنموں کے جمع شدہ پُن پاپ کو بخوبی جانتا ہے۔ اس کی بدولت ہوسکتا ہے کہ کوئی کام کتنا ہی نیکی اور پر اُپکار کی درشٹی سے کیوں نہ کیا جائے۔ لیکن ہوسکتا ہے اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے اور بجائے فائدہ کے نقصان ہو۔ یہ اُس کو کچھ پچھلے کرموں کا نتیجہ ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ مگر پھر بھی پرماتما نے گیتا میں یہ آشواسن بھی دیا ہے کہ اچھی نیت اور نیکی کے جذبے سے کئے ہوئے کام کبھی خالی نہیں جاتے۔ اگر اُس سے فوری پھل نہیں ملے گا۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ اچھائیوں میں بلوان ہوتا رہے گا۔ اور کئی بترے پچھلے بُرے کرموں کے اثر کو زائل کرنے میں معاون بنتے رہیں گے۔ اور اُن کے بُرے پربھاؤ زائل کر کے سُکھ کا روپ دھارن کرلیں گے۔ اچھائی کبھی نشٹ نہیں ہوسکتی۔ صرف عارضی طور پر برائی کے اثر سے دب جاتی ہے۔ لیکن پرماتما کی شکتی سے بلوان بن کر اپنا اثر ظاہر کرتی ہے۔ اس لئے شاستروں میں یہ کہا گیا ہے کہ سچائی کی ہمیشہ فتح ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے فوری طور پر اس کا اثر ظاہر نہ ہو لیکن اچھے بُرے کرموں کا دھیان تو پرماتما کو ہے۔ انسان اچھے کرموں کے فیض سے ضرور مستفیض ہوتا ہے۔ اب رہا سوال یہ کہ پرماتما ہر وقت کروڑوں اور اربوں جیووں کے کرموں کا حساب کس طرح کرتا رہتا ہے؟ اس کا جواب تو بڑا مختصر اور عام فہم ہے کہ پرماتما ساکھشی ہے۔ ہر جگہ ویاپک ہے۔ سنسار کا سارا انتظام اس کے حکم کے ماتحت بڑی خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔ وہ سوتر دھار ہے۔ ایک ہوتے ہوئے بھی سب کے منوں کی

باگ ڈور ایک ہاتھ میں سنبھال کر چلا رہا ہے۔ اُس کے دائرۂ اختیار سے کچھ باہر نہیں۔ من ہی کی شادھتی انسان کا جسم اور چہرہ مؤثر اور پُر کشش رہیں گے۔ یہی من کی اندرونی تصویر ہے۔

چودہواں باب

کرم میں بھاؤنا اور اُس کی اہمیت

بھگوان کرشن نے ارجن کو یہ سمجھانے کے بعد کہ میری مایا کے وش سارا سنسار چل رہا ہے اور کہ کرم میں انسان کی نیت ہی پردھان ہے۔ کرم کی اچھائی برائی کی پرکھ انسان کی نیت بھاؤنا سے کرنی چاہیئے۔ اب بھگوان ارجن کو اپنی مایا کی اُتپتی۔ کرم میں بھاؤنا کی اہمیت اور کرم کی تشریح اور وضاحت کریں گے۔

جادوگر اپنے ہاتھ کی صفائی سے ایسے حیران کُن مناظر پیدا کر لیتا ہے جو حقیقت میں بے بنیاد ہوتے ہیں۔ لیکن دیکھنے میں دلکش اور حیران کُن ہوتے ہیں۔ جو شخص جادوگری کے راز، کاریگری کو جانتا ہے وہ اس سے متاثر نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اس پہچان سے بے بہرہ ہے

وہ حیران اور ششدر ہونے کے علاوہ اس کو سچ مان کر اس میں کھو سا جاتا ہے اور جادوگر کے ہاتھ کی صفائی میں پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح پرماتما کی مایا بھی عمل میں آتی ہے ورنہ اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ مایا کا مطلب بھی ہے بے بنیاد عالم وجود۔ جو لوگ اس کی حقیقت کو اور اس کے پیچھے اصلی شکتی کی پہچان رکھتے ہیں وہ اس میں پھنستے نہیں۔ بلکہ صرف تماشہ دیکھتے ہیں اور تماشہ کا لطف ضرور اٹھاتے ہیں۔ اس میں محو ہو کر اس کو اپنے جذبات سے کھیلنے نہیں دیتے۔ یعنی تماشہ کو تماشہ کے طور پر دیکھ کر اس کے طلسم کا شکار بن کر نہیں رہ جاتے۔

پرماتما کا اظہار مایا اور اس میں آتما کے ملاپ سے ہوتا ہے۔ ورنہ مایا کے بغیر پرماتما اس طرح ہے جیسے ایک شانت سمندر جس میں جوار وبھاٹا بالکل نہ ہو۔ اسی پرماتما کے روپ کی تشریح من اور بانی کی دسترس سے باہر ہے۔ جس پرماتما کے روپ کی تشریح ہو سکتی ہے وہ وہی پرماتما ہے جب مایا یکت ہو کر ویکت روپ دھارن کرتا ہے۔ اُس کی من اور بانی کی دسترس سے باہر شکتی کو نراکار اور اس کی مایا یا سنکلپ یکت شکتی کو ساکار کہا جاتا ہے۔

یہ پرماتما کی مایا یا پرکرتی تین روپ میں عمل میں آتی ہے اور ان ہی تین خواصوں سے سارا سنسار ظہور میں آتا ہے اور ان تینوں خواص سے بندھا ہوا جگت کے روپ میں پرماتما کے گن کہنے پر نمودار ہو جاتا ہے۔ یہ تین گن ہیں۔ ساتوک، راجسی اور تامسی اور اُس ساکار سویم پرماتما کا گن ہے۔ شدھ ستوگن پرماتما انھیں تینوں گنوں سے سنسار کا وستار کرتا ہے نرمان کرتا ہے اور چلاتا ہے۔ اور خود شدھ ستوگن میں استھت رہ کر اس پر کنٹرول رکھتا ہے۔ سارا

جگت جڑ چیتن اُن گنوں میں بندھا ہوا سنسار میں مختلف کردار کرتا ہے۔ اور انھیں گنوں میں کمتی بڑھتی سے اونچ نیچ گتی۔ دکھ سکھ، زندگی موت۔ لابھ ہانی۔ سردی گرمی کا احساس کم زیادہ کے چکر میں سنسار کا چکر چلتا ہے۔ منش جو مایا کے ان تینوں گنوں کا مرکب ہے اپنے آتما سے بے خبر ہو کر یعنی حقیقت سے بے بہرہ ہو کر ان تین گنوں کے چکر میں پھنسا رہتا ہے جب اس کو اپنی حقیقت کا ٹھوس احساس ہوتا ہے۔ تو یہ تینوں گنوں کے پھندے کو پاش پاش کر کے ان گنوں کا تماشہ دیکھنے لگتا ہے خود تماشہ نہیں بنا رہتا۔ اس بندھن سے چھوٹنے کے لئے اُسے انھیں گنوں کے ماحول میں قائم رہ کر ایسے ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں جن سے ان گنوں کا اثر زائل ہو جائے اور اُس کو اصلی تتو جو ان گنوں کے پیچھے اس کی بے خبری کی وجہ سے پوشیدہ ہے، کی شناخت ہو جائے، انھیں ذرائع کو کرم کہا گیا ہے۔ جب وہ ساتوک کرم کرتا ہے یعنی نیکی کے کرم بھگوان کو سب کی جڑھ سمجھ کر اس پر وشواش اور عقیدت، ستیہ بیوہار، سب سے پیار وغیرہ تو اس کے ساتوک احساس پربل ہوتے ہیں اور رجوگنی، تموگنی احساس کا اثر کم ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح کوشش کرتا کرتا وہ مایا کا طلسم توڑ کر شدھ ستوگن میں قائم ہو کر مایا کے وچیتر کاریہ کرم کا لطف اٹھاتا ہوا اور اس کا تماشہ دیکھتا ہوا اپنے مرکز شدھ ستوگن یعنی پرماتما کا شریک کار بن جاتا ہے اور پرکرتی یعنی مایا کا سنچالن اور کاریہ کرم اپنے ادھین کر کے پرماتما کا ساکھشتکار کر لیتا ہے اور اس جیون کی بازی جیت لیتا ہے۔ یہ تب تک نہیں ہو سکتا، جب تک انسان ساتوک کرم کر کے راجس اور تامس الائش جو اس کو مایا کے چکر میں پھنسائے رہتی ہے کو ختم نہیں کر لیتا۔ ساتوک کرم انسان کو منزل

مقصود کی سیڑھی پر قدم با قادم اوپر لے جاتے ہیں۔ ارجس کرم اس سیڑھی سے ہٹا کر اُس مایا کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنسا کر تماشہ دکھلانے کی بجائے خود تماشہ بناتے ہیں۔ وہ مایا میں پھنسنے کے سادھن یعنی دھن دولت سے پیار، اولاد کے چکر میں محویت دنیا و مافیہا کے اثر میں قید لالچ، غرور غصہ وغیرہ کی شکل میں انسان کو قید کرنے والے ہوتے ہیں اور یہ انسانی فطرت انسان کو نہ ادھر کا اور نہ ادھر کا چھوڑتی ہے۔ تامس کرم انسان کو ادھوگتی میں لے جاتے ہیں۔ اور وہ انسان کی ایک گری ہوئی حیوانیت کی طرف لے جانے والی فطرت ہے۔ ایسے آدمی بار بار مرنے کے لئے ہی جنم لیتے ہیں۔ راجسی فطرت کے آدمی بھی بار بار جنم لینے کے لئے جنم لیتے ہیں۔ اور ساتوک فطرت والے لوگ جنم مرن سے چھوٹنے کے لئے جنم لیتے ہیں اور جنہوں نے اپنی فطرت کو پاکیزہ بنالیا ہے اپنے آپ کو آتما کی شکتی میں محو کر کے اپنے آپ کو آتما کے محور میں پیوست کر لیا ہے وہ مرنے کے لئے جنم نہیں لیتے بلکہ دوسروں کو جنم مرن کے چکر سے نکالنے کے لئے جنم لیتے ہیں وہ ترن تارن ہوتے ہیں۔

کرم بذات خود ایک مایا کا نرمان ہے۔ کیونکہ مایا کے سمپرک میں آکر ہی تو انسان جیون یاترا میں آتا ہے اور اس میں حرکت کرنے سے یہ جیون یاترا پوری ہوتی ہے۔ اسی حرکت کو کرم کہتے ہیں۔ جو ساتوک کرم کرتے ہیں وہ جیون یاترا میں سمبھلتا پرایت کرتے ہیں۔ جو راجس کرم کرتے ہیں وہ مایا کے جال ہی میں لٹک کر رہ جاتے ہیں اور جو تامس کرم کرتے ہیں وہ مایا جال میں حد سے زیادہ کھو کر حیوانیت کی گتی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ساتوک کرم تب ہی اوتم پھل لاتے ہیں جب وہ نشکام طور پر کئے جائیں۔ یعنی مایا کے نظاروں میں مجنونہ ہو کر

نظارے پیدا کرنے والے آتما کی پہچان کر کے ہی حقیقت سے روشناس کرا سکتے ہیں۔ پرا ربدھ (قسمت) وش ہو کر جو راجس کرم کرنے پڑتے ہیں وہ بھی نشکام بھاؤ سے کرنے سے پاکیزہ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح تامس کرم بھی۔ کیونکہ قسمت کے چکر سے کوئی نہیں چھوٹ سکتا۔ اور قسمت اپنا اثر دکھلاتی ہے صرف کرم سے اور کرم کی آلائش سے چھوٹنے کا ایک اُپائے ہے اس کو نشکام بھاؤ سے کرنے سے۔ کرموں سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ یہ شریر یاترا ہی سب کرموں کا تانا بانا ہے اور اس تانے بانے سے آزاد ہونے کی ہوشیاری کو کرم یوگ یعنی نشکام کرم کہتے ہیں۔

نشکام کرم یوگی مایا کے تماشہ کو دیکھ کر تماشہ کی داد نہیں دیتا۔ تماشہ میں محو نہیں ہوتا بلکہ تماشہ کے دائرکٹر (پرماتما) کے کمال کی داد دیتا ہے اور پرماتما میں محو ہو کر پرماتما کے نزدیک جا کر جادوگر کے طلسم کی حقیقت کو جان کر مایا کی دلفریبی سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

ساتوک کرم انسانیت ہیں۔ راجس کرم انسانیت سے ملی جلی حیوانیت ہے اور خالص تامس کرم حیوانیت ہے۔ نشکام ساتوک کرم شدھ ساتوک بنا کر اپنی آتما کا ساکھشات کار کراتے ہیں۔ نشکام راجس کرم ساتوک رجحان پیدا کر کے ساتوک بنا دیتے ہیں۔ اور نشکام تامس کرم شدھ ہو کر راجس رجحان پیدا کرتے ہیں۔ کرم قسمت کی وجہ سے یا سنگ کی وجہ سے جن الائشوں سے پراگندہ ہوتا ہے اس کو پاکیزہ کرنے کے لئے نشکام کرم ایک واحد علاج ہے۔ نشکام کرم یوگ کی بھاؤنا مایا کے ہر دے میں بیٹھے ہوئے پرماتما کی آواز ہے جو ضمیر کے نام سے مشہور ہے۔ جو ہر وقت اپنے بندوں کو نیک راستہ دکھلانے اور اُس پر لانے کے لئے گھڑیال کی طرح بجتی رہتی ہے یہ نقارۂ خدا ہے۔ جو اسے سنتا ہے وہ اس مایا کے چکر سے آزاد ہو جاتا ہے اور ابدی زندگی حاصل

کرتا ہے۔ جو نہیں سنتا وہ اپنی ہستی تک کو کھو بیٹھتا ہے اور مایا کے چکر سے کبھی بھی آزاد نہیں ہو سکتا۔
اصل میں یہ سارا پرکرتی اور پرش (پرماتما) کا سماگم ہے۔ یعنی پرماتما اور اُس کے سوبھاؤ کا اظہار ہے۔ اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو سارا سنسار پرماتما کا ہی وستار ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ جو لوگ ایسا جان لیتے ہیں۔ وہ کس سے ویر بھاؤ رکھیں گے، وہ کس کے ساتھ جھوٹ کپٹ کریں گے وہ دشمنی اور حسد کس کے ساتھ کریں گے۔ جو لوگ سب کو اپنے پرماتما کا ہی وستار دیکھیں گے وہ کسی کے ساتھ یا اپنے ساتھ دراچار کیوں کریں گے۔ یہ انسانیت کی اعلیٰ ترین بلندی ہے جو گیتا نے دنیا کے سامنے رکھی ہے۔ کرم کے اچھے بُرے کی شناخت اُس میں بھاؤنا سے ہوتی ہے یعنی اس کے اندر پریرنا کس طرح کام کر رہی ہے۔ سدنا قصائی گوشت بیچ کر بھی اپنا من اپنے مالک کے ساتھ جوڑے رکھتا تھا۔ ہتھ کار ول یار ول روی داس جوتے بناتے ہوئے بھی دل اپنے یار کے دل میں لگاتا تھا۔ یہ دونوں بُرے کرم کرتے یا نیچ کرم کرتے ہوئے بھی ایک مہان پدوی پا گئے۔ انھوں نے یہ کرم اپنا پیدائشی فرض سمجھ کر بھگوان کو خوش کرنے کے لئے کئے۔ اس لئے وہ ترن تارن ہو گئے۔ ہوشیاری سے اور بھگوان کی خوشی کے لئے کئے گئے کرم ہی اس مایا جال کو توڑ سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان کا من جو اس جیون یاترا کا ہیرو ہے کرموں سے بنتا ہے۔ کرموں میں محویت اور سنسار کے دلکش مناظر اور مایا کے طلسمات اس کو جسم بنا ڈالتے ہیں اور جسم بن کر اچھے برے جسم حاصل کرتا رہتا ہے۔ کرموں کی آلائش سے پاک ہو کر سنسار کے دلکش نظاروں اور مایا کے طلسم کو غیر حقیقی جان کر وہ ہی من آتما بنتا ہے اور لافانی اور ابدی مسرت حاصل کرتا ہے۔ کرموں کے بندھن سے ڈر کر کرم چھوڑنے سے چھوٹتے نہیں۔

کرموں کا رجحان بدلا جا سکتا ہے۔ وہ نشکام کرنے سے نشکام کرم کرنے کی رُچی پرماتما کی خوشی حاصل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پرماتما کی خوشی حاصل کرنے کی غرض سے کئے گئے نشکام کرم ساتوک ہونے کے ناطے پرماتما سے یگانگت پیدا کرتے ہیں۔ راجس کرم پرماتما سے دوئی پیدا کرتے ہیں۔ پرماتما سے بیگانہ بناتے ہیں۔ اور تامس کرم جسم کو سب کچھ سمجھنے کے رجحان کو تقویت دیتے ہیں ۔

پندرہواں باب

کرشن بھگوان نے ارجن کو بتلایا کہ یہ سنسار ایک پیپل کے درخت کی مانند ہے جس کی جڑ زمین کے نیچے ہے اور تنا زمین کے باہر ہے اور اس کے اوپر شاخیں ہیں، شاخوں پر پتے لگ رہے ہیں، پتوں پر پھل لگتے ہیں۔ درخت کی قیمت کو پھل بڑھاتا ہے اور ہر ایک پھل اپنے میں اس قسم کے کئی درخت بیج کے روپ میں سمائے ہوئے ہے۔ پھل پکتا ہے اور اسے دوسرے جیوجنتو کھاتے ہیں۔ اس میں سے ہزاروں بیج نیچے گرتے ہیں اور اس میں ہر ایک بیج میں سے پھر درخت اُگتے ہیں۔ اسی طرح یہ سنسار کا تانا بانا بنتا رہتا ہے بڑھتا رہتا ہے اور پھر کئی اور درختوں کو جنم دیتا ہے۔ اور آخر یہ خود وناش کو پراپت ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ تب ہوتا ہے جب اس درخت کی جڑوں میں وقتاً فوقتاً پانی سینچا جائے۔ جب یہ بہت بڑا ہو جاتا ہے اور پک جاتا ہے تو خود زمین کے اندر سے خود پانی کھینچ کر اور بڑھتا ہے اور پھل دیتا ہے۔ اگر جڑوں کو ابتدائی اسٹیج پر وقت پر پانی نہ ملے تو مرجھا کر ختم ہو جاتا ہے۔

بھگوان نے درخت کی مثال ارجن کو دیکر سمجھایا ہے کہ پرماتما روپی جڑ پر اس کی جیتنہ پرکرتی روپی (اُن کا بھاؤ) جیو نمودار ہوتا ہے۔ پرماتما روپی جڑ کی وجہ سے اس پر شاخیں لگتی ہیں یعنی سنسار کا کاروبار ہوتا ہے اور ان پر پھل لگ کر ان کا بار بار وناش ہوتا ہے۔ بار بار جنمتا

ہے۔ بار بار ناش ہوتا ہے۔ اس میں دو چیزیں بڑی اہم ہیں۔ ایک جڑ اور دوسرا پھل۔ درخت پھل کا خود اُپبھوگ نہیں کرتا، خود نہیں بھوگتا، بلکہ دوسروں کو دیتا ہے۔ جڑ بھی اس کا وستار سنسار میں سایہ لکڑی اور پھل کے روپ میں کرتی ہے۔ جو کہ وہ بھی دوسروں کے کام آتے ہیں۔ درخت بذات خود اس سے کوئی لابھ نہیں اٹھاتا۔ درخت ایک جڑ چیز ہے لیکن اپنے لئے کچھ نہیں کرتا۔ سنسار کے لئے سب کچھ کرتا ہے۔ جڑ کے سہارے بیچارہ رہتا ہوا بھی پروپکار کے لئے جنم لیتا ہے۔ آپ دھوپ بارش آندھی طوفان برداشت کرتا ہے۔ لیکن دوسروں کے لئے ہمیشہ سکھ کے سامان پیدا کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی ایک درخت کے سمان ہے اس کے اندر سچے ہردے میں پرماتما روپی جوتی جڑ ہے۔ من اس کا تنا ہے اور وشے یعنی روپ ارس گندھ لوبھ موہ اہنکار کرودھ کام اور دیگر سوکھشم اندریاں وکرم اندریاں وغیرہ سب اس کی شاخیں ہیں اور بدھی اس میں پھل لگتا ہے۔ لیکن برعکس اس درخت کے جیو جیتن ہوتا ہوا بھی ذی ہوش ہوتا ہوا بھی اس درخت پر لگے ہوئے پھل کو یہ خود کھا جاتا ہے۔ دوسروں کے لئے یہ نہیں دیتا۔ اندریاں روپی شاخیں اور اس کا سایہ روپی سکھ بھی صرف اپنے لئے۔ دوسروں کے لئے نہیں۔ نہ ہی یہ جڑ روپی پرماتما کو شبھ کرموں روپی جل سے سینچتا ہے۔ اس لئے یہ بدقسمت انسان مرجھا کر سوکھ جاتا ہے اور وناش کو پراپت ہوتا ہے۔

یہ قسمت کا مارا انسان پرماتما روپی جوتی (جڑ) کا آسرا لے کر اور اُسے پوُج کر وشے روپی شاخوں کو شبھ کرموں سے پشٹ کر کے نرمل بدھی روپی پھل پیدا کر کے سنسار میں اُس کا

پرکاش نہیں پھیلاتا۔ سکھ اور شانتی اور شمنی کا سنسار کے سنچار میں یوگ نہیں دیتا۔ ایسا
انسان جڑ نہیں تو کیا ہے۔ انسان کا زمان درخت کی طرح دوسروں کے لئے سایہ اور پھل
دینے کے لئے ہوا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس سے اپنا پیٹ بھرنے کے سوا دوسروں کے لئے
کچھ نہیں بن پڑتا اسی نے کئی جنموں میں پرماتما سے ماں کے پیٹ میں ہر بار وعدہ کیا کہ وہ
سنسار میں بھگوان کا یش پھیلا کر سکھ اور شانتی کا وستار کروں گا۔ پرماتما نے ہر موقع پر اس
کے وچن پر اعتبار کیا اور اس کی ہر مشکل میں اس کا ساتھ دیتا آیا۔ اس کی خلاف ورزیوں کے
خلاف ضمیر بن کر ہمیشہ انتباہ کرتا رہا۔ لیکن اس انسان نے اپنا وعدہ کبھی بھی پورا نہ کیا۔ دکھوں
کے اپار سنتاپ بھی اسے ٹھیک راستہ پر نہ لا سکے۔ جن بھاگوانوں نے دوسروں کے لئے
پھل پیدا کئے۔ دوسروں کے لئے سکھ سادھن پیدا کئے وہ امر ہو گئے۔ لیکن وہ لوگ
کوئی اربوں میں کوئی ایک۔ جو دوسروں کے لئے قربانی کرتے ہیں وہ ہی نشکام یوگی ہیں۔ لیکن
یہاں تو سارا سنسار ہی گمراہ ہے۔ پھر بھی پرماتما جو سکھ شانتی کا اپار بھنڈار ہے اپنی باہیں سب
کو اس میں سمیٹ لینے کے لئے پھیلائے رہتا ہے۔ لیکن انسان تو باغی ہو چکا ہے۔ کوئی
اس کی باہوں میں آتا ہی نہیں۔ اسی لئے ان کو خود منش روپ دھارن کر کے پرتھوی پر آکر نیکی کی
راہ دکھلانی پڑتی ہے۔ وہ اس سے کبھی گریز نہیں   نہیں کرتا۔ خود یہاں آکر باہیں پکڑ پکڑ
اپنی باہوں میں سمیٹتے رہتے ہیں۔ اسی لئے اُسے پرشوتم کہا جاتا ہے۔ بھگوان کے اس سارے
گیتا کے اُپدیش کا ایک مقصد ہے کہ اے ارجن! اس دھرم یدھ سے کنارا نہ کر۔ ادھرمیوں
کو مارنا بالکل پاپ نہیں۔ ادھرمیوں کا اگر یہی حال رہے گا تو دھرم کی رکھشا کیسے ہو گی۔ ہم نے

ہرچند کوشش کی ہے کہ یہ لوگ جن کو تو بندھو کہتا ہے دوسروں کے حق کو غصب کرنے سے باز آئیں۔ ہم نے ان کو صرف دس گرام اپنے گذارہ کے لئے مانگ کر فیصلہ کرنے کی ہرچند کوشش کی۔ لیکن یہ لوگ نہ مانے۔ الٹا ان کا انیاچار بڑھتا ہی گیا۔ یہ لوگ جن کو تو بندھو کہتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو مارنا نہیں چاہتا، پرتھوی پر بھار ہیں۔ جو لوگ اپنے حقوق پر قناعت نہ کر کے دوسرے کے پیدائشی حقوق کو غصب کرنا چاہتے ہیں کھتری کے لئے ان کو مارنا ہی دھرم ہے۔ اہنسا پرمو دھرمو کا مطلب ایسا ہرگز نہیں کہ دوسرے تمہارے حقوق کو پامال کرتے جائیں اور تم چپ کر کے بیٹھے دیکھتے رہو۔ انھیں بار بار سمجھانا ہمارا فرض تھا جو کہ ہم نے پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اب ان کو پرتھوی پر سے ہٹا دینے سے ہی دھرم کی ستھاپنا ہوگی اور رکھشا ہوگی۔ اس سے زیادہ پرم دھرم اور کوئی ہے ہی نہیں۔ اس لئے اے ارجن! تو میرا آسرا لے کر میری رہنمائی میں اُن سے یُدھ کر کے ان کو مار کر دھرم کی رکھشا کر۔ انسان کا پرم دھرم ہے کہ دوسروں کے حق کو غصب نہ کرے اور اپنے حق پر دوسروں کو ہاتھ صاف نہ کرنے دے۔

سولہواں باب

کرشن بھگوان نے ارجن کو بتلایا کہ کرموں سے سبھاؤ بنتا ہے۔ اور سوبھاؤ سے ہی جیو اونچی نیچی گتی کو پراپت ہوتا ہے۔ سوبھاؤ سے ہی اس کی زندگی کا پروگرام بنتا ہے اور اسی سوبھاؤ کے وش انسان اپنی جیون یاترا کو پورا کرتا ہے۔ اسی سوبھاؤ کے بس میں ہو کر یہ اچھے بُرے کرم کرتا ہے۔ اچھے کرم کرنے والے دیوی سبھاؤ کو لے کر جنم لیتے ہیں۔ دیوی سبھاؤ والے دھرم ادھرم میں تمیز جانتے ہیں۔ وہ دھرم پرائن ہوتے ہیں اور وہ صرف کرتویہ کی بھاونا سے ہی کرم کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کرتویہ کیا ہے اور اکرتویہ کیا ہے۔ بندھن کیا ہے اور چھٹکارا کیا ہے۔ نیک و بد کے مابین فرق پہچانتے ہیں۔ اس لئے دیوی سبھاؤ ہی ان کو اور آگے نیکی کے راستے پر لے جاتا ہے اور اونچ گتی کو پراپت کراتا ہے۔ اور جو لوگ اُسری سوبھاؤ کو لے کر جنم لیتے ہیں وہ دھرم، ادھرم میں تمیز نہیں رکھتے۔ نیک و بد کی تمیز اُن میں نہیں ہوتی۔ اور بندھن اور مکشش کے تتو کو وہ نہیں جانتے۔ اُن کی رُچی صرف سنسارک وستوؤں کے حصول میں ہی رہتی ہے۔ وہ روحانی راستہ پر چلتے ہوئے عقل سلیم سے محروم رہتے ہیں۔ وہ بار بار مرنے اور جنم لینے کے چکر میں ہی پڑے رہتے ہیں۔ اور جو لوگ تامسی سوبھاؤ کو لے کر جنم لیتے ہیں وہ ادھرم کو دھرم مانتے ہیں اور دھرم کو ادھرم مانتے ہیں۔ وہ ... کرتویہ کو اکرتویہ سمجھتے ہیں اور اکرتویہ کو کرتویہ ...

لگے رہنے سے ان کو خوشی ہوتی ہے۔ بدی کرنے کی طرف ان کا رجوع رہتا ہے۔ ایسے لوگ دنیا کا اور اپنا ناش کرنے کے لئے ہی جنم لیتے ہیں اور گھور نیچ گتی کو پراپت کر بے انت کلیشوں کو بھوگتے ہیں۔

سوبھاؤ کا دوسرا نام پرکرتی ہے۔ پرکرتی میں تین گن ہر جگہ کارفرما رہتے ہیں۔ دیوی سمپتی والے ساتوک پرکرتی کے مالک ہوتے ہیں۔ راجسی پرکرتی والے درمیانی صفات انسانی کے مالک ہوتے ہیں اور تامسی سمپتی والے نیچ اور بدرجحان کے مالک ہوتے ہیں۔ تین قسم کی پرکرتی کو سنچالن کرنے والی شکتی کا نام پرماتما ہے۔ اس فارمولا سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے اپنے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ پرماتما کی پریرنا سے انسان کرتا ہے۔ اور پرماتما کی پریرنا انسان کے اپنے اچھے برے کرم، کام اور نشکام کرم پر مبنی ہے۔ یہاں پر ایک فرق ہے۔ جو انسان کے اندر گیتا کے دوسرے ادھیائے میں دیئے گئے فارمولا کہ انسان کو صرف کرم کرنے کا ادھیکار ہے، پھل کا ادھیکار صرف پرماتما کے پاس ہے، میں اور اوپر تینوں گنوں کے کاریہ کرم انسان کو اس ادھیکار سے محروم کرتے ہیں، میں بڑا بھاری ٹکراؤ ظاہر کرتا ہے۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ بھگوان کا ارجن کو کرم کرنے کا ادھیکار کا حق موقع اور محل کے پیش نظر کہا گیا ہے۔ ارجن اس وقت کرم کے راز سے بالکل بے بہرہ تھا۔ اس کو آہستہ آہستہ سمجھا کر بھگوان کا آخری فیصلہ یہ ہے کہ جب انسان مادی الائشوں سے پاک اس کے نور میں مدغم اپنے آپ کو پرماتما کو سونپ دیتا ہے تب اس میں وہ خود ہی کو کھو بیٹھتا ہے پرماتما ہی اس میں کرم کرنے لگتا ہے۔ اس کے لئے پرماتما ہی سب کچھ کرنے کرانے والا ہے۔ انسان تو صرف ایک آلہ کار ہے

اپنے انسان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ کبھی پچھلے کرموں کے پھل سروپ قسمت کے چکر میں وہ بغیر مرضی کے بھی کرم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہم روزمرہ کی زندگی میں بھی دیکھتے ہیں کہ ہم جو کرم کبھی کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے تردد بھی کرنا چاہتے ہیں لیکن حالات ایسے بن جاتے ہیں کہ وہ کرم انسان کر ہی نہیں پاتا۔ جنگ میں جُٹ جانے کے لئے پہلے تو اُس کو ایسا سمجھایا کہ اگر تو جنگ نہ کرے گا تو اپنے کرتویہ سے گر کر بدنامی مول لے گا۔ کیونکہ کرم تو نے کرنا ہے پھل میرے اختیار میں ہے اس لئے تو اپنا کرتویہ کامیابی ناکامیابی سے بالکل بے نیاز ہو کر کر۔ کیونکہ کامیابی ناکامی تیرے اختیار میں پہلے ہی نہیں۔ بعد میں جب اس کے رجحان سنیاس میں کچھ درستگی آئی تو پھر اس بھاؤ کو بالکل اس کے دائرہ کے باہر ظاہر کر کے اُسے تیار کر لیا کہ تو جنگ سے بددل ہوا ہوا بھی اپنے پچھلے کرموں اور سبھاؤ کی وجہ سے جنگ کرنے پر مجبور ہو جاوے گا۔ اور یہ سدبھاؤنا کی پریرنا شکتی میرے ہاتھ میں ہے جو سب کے اندر بیٹھا ہوا اس کے سوبھاؤ کے انوسار سب سے کرم کراتا ہوں۔

یہاں پر ایک مثال کرم کے تتو کو سمجھنے کے لئے بہت مددگار ثابت ہو گی۔ وہ یہ ہے۔ ایک راہی سڑک کے ساتھ والی پیدل چلنے والی پٹری پر جا رہا ہے۔ پیچھے سے ایک HEAVY ٹرک سامان سے لدا ہوا ڈرائیور چلا کر لے آ رہا ہے۔ جب وہ اُس آدمی کے نزدیک پہونچتا ہے تو اس کے ٹرک کا TIEROD اتفاقاً کھل جاتا ہے۔ ٹرک ڈرائیور کے قابو سے باہر ہو کر اس پٹری جس پر وہ آدمی جا رہا ہے، پر چڑھ کر اس آدمی کو کچل کے رکھ دیتا ہے۔ اب یہاں غور کریئے کہ آدمی پیدل چلنے والوں کی پٹری پر جو سڑک سے قریباً ایک فٹ اونچی ہوا کرتی ہے ٹریفک کے رول کے مطابق ٹھیک جا رہا ہے اور وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر اس پر چل رہا ہے۔ ڈرائیور

کا بھی اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ مشینری سے چلتے چلتے اس میں نقص پڑ جاتے ہیں اس کا TIE ROD بغیر اس کی مرضی کے کھل گیا اور ٹرک بے قابو ہو کر پٹڑی پر چڑھ کر یہ المناک حادثہ کر بیٹھا۔ اب قانون کی رو سے اس حادثہ کا کون ذمہ دار ہے۔ ذمہ داری ہمیشہ نیت پر مبنی ہے نہ ڈرائیور کی نیت تھی کہ ٹرک اس سے بے قابو ہو کر اس بے گناہ آدمی کی جان لے لے اور نہ اس آدمی کا قصور، صرف دونوں طرف پچھلے کرموں کے پھل کا ہے۔ کرم کرنے والے سے کرموں کے پھل کا داتا زیادہ بلوان ہے۔ کرموں کے پھل پر اپنی کے سادھن سب اُس مہان شکتی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے یہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہ انسان کو کرم کرنے کا بھی ادھیکار ہے۔ یہ فلسفہ صرف ایک ناسمجھ آدمی کے دماغ کو Train کرنے کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

بڑے بڑے رشی منی یوگی بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بھگوان کی مرضی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ نارد رشی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ بھگوان میں سب سادھنوں سے ہین ہوں میں بالکل پرادھین ہوں۔ میں بالکل دین اور بے بس ہوں۔ مجھ پاپوں سے لدے ہوئے کے لئے ایک آپ ہی بڑا آدھار اور آسرا ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کرنے کرانے والے سب پرماتما ہی ہے تو انسان کو پھر سزا اور جزا کیوں؟ اس کا صرف سیدھا سا جواب ہے کہ انسان پرکرتی کے گنوں کی آلائش کی وجہ سے پرماتما کے کئے کو اپنا مان لیتا ہے۔ انسان کا یہ اہنکار کہ میں فلاں کام کروں گا، اور فلاں چیز ضرور حاصل کر لوں گا۔ اور کامیابی سب اس کے ہاتھ کی چیز ہے۔ اس طرح پرائے ادھیکار کو غصب کر کے اپنا ادھیکار مان بیٹھتا ہے۔ روحانیت کے جذبہ سے بے خبر انسان اپنے لئے آپ خود ہی دکھ کے احساس پیدا کرتا ہے۔ جس کا من

روحانیت کی تعلیم سے منور ہے، تو وہ اپنے آپ کو بھگوان کا نیتر سمجھ کر اس کی مرضی کے مطابق کرتا رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہوا کہ کامیابی اور ناکامی میرے دسترس میں نہیں ہے۔ پھل کا اچھیا کو چھوڑ کر بھگوان کی پریرنا اور باگ دوڑ اس کے ہاتھ میں سونپ کر بالکل کرم کے نتیجہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ایسے انسان کے جیون یاترا کے لئے ضروری کام اُس اپنے بندے کو اپنے اوپر نربھر جان کر بھگوان خود ہی سادھ کرتے ہیں۔ اُس انسان کی ہر ضرورت، ہر کرم کی ذمہ داری بھگوان اپنے اوپر لے لیتے ہیں۔ پھر وہ اُس اہنکار سے کہ میں سب کچھ کرنے والا ہوں، آزاد ہو کر بالکل بے فکر اور بے ڈر ہو جاتا ہے جیسے کہ ایک چھوٹا بچہ ماں کی گود میں آکر نشچنت ہو جاتا ہے یہی نشکام کرم کا وہ راز ہے جو جلتے ہوئے سنسار میں جھونکے ہوئے انسان کو جل مرنے سے بچاتا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کرم بغیر پھل کی اچھیا کے کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ اس لئے انسان کو اپنے آپ کو پرماتما کا آلۂ کار سمجھ کر ان کے چرنوں میں سونپ دینا چاہیئے۔

سترہواں باب

ارجن نے بھگوان کرشن سے سوال کیا کہ شاستروں کے علم سے بے بہرہ لوگ بھی اپنی اپنی قدرتی رجحان کے مطابق دیوتاؤں کو یا بھوتوں کو پوجتے ہیں، وہ کونسی پرکرتی کے مالک ہوتے ہیں۔ ساتوکی، راجسی یا تامسی پرکرتی؛ کرشن بھگوان نے اس کا جواب دیتے ہوئے ارجن کو سمجھایا کہ جنم ہی انسان پچھلے کرموں کے انوسار ساتوکی، راجسی اور تامسی بھاوؤں کو حاصل کر کے لیتا ہے ـــ ساتوکی پراکرتی والا انسان دیوتاؤں کی پرستش کرتا ہے۔ اور راجسی پرکرتی والا انسان یکھش کی پرستش کرتا ہے۔ اور تامسی پراکرتی والا انسان راکھشی ورتی والے بھوت اور پریت آدی کی پرستش کرتے ہیں۔ شدھ ساتوکی پرکرتی والے بغیر کسی تمنا کے اپنا فرض پورا کر کے ایک ایشور کی پرستش صرف پرماتما کی خوشی حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں اور اُن سے اپنا سچا معصوم پیار مانگتے ہیں۔ پیار کا درد مانگتے ہیں۔ ان کے پیار میں تڑپ تڑپ کر مرجانے ہی کو اپنا آدرش مانتے ہیں۔ یہ لوگ سکرتی ہوتے ہیں، ترن تارن ہوتے ہیں۔ خدائی مملکت کے مالک ہوتے ہیں اور دنیا کے اُدھار کے لئے پرماتما کے نمائندہ کے طور پر کبھی اگر [illegible] کرنے کے لئے اوتار لیتے ہیں۔

ساتوکی ورتی والے لوگ بھی سکرتی ہوتے ہیں لیکن وہ کسی سنسارک خواہش کو مدنظر رکھ کر کسی دیوتا کی پوجا کرتے ہیں اور دیوتا کے ذریعہ پرماتما سے دیئے ہوئے ان سنسارک بھوگوں کو حاصل کرتے ہیں۔ لیکن یہ سنسارک بھوگ ناشواں ہیں۔ جب ان کا اثر ختم ہوجاتا ہے تو وہ لوگ پھر آواگمن کے چکر میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ دیوتاؤں کی پرستش سکام بھاؤ سے بھی کرنے کے باوجود دیوی سمتی کے رجحان سے اوپر اٹھا کے پرماتما کے بے لاگ شدھ پریم کے راستہ پر ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ اس حقیقت سے روشناس ہو کر پھل داتا تو دیوتا لوگ نہیں ہیں صرف پرماتما ہی ہے۔ پرماتما کی بالا بالا راہ لیکر اس پریم راج میں داخل ہوجاتے ہیں۔ وہ بھی شدھ ساتوک دھارنا کو گرہن کر کے ترجاتے اور ترن تارن بن جاتے ہیں۔ اُن کا روحانیت کا پربھاؤ سورج کی طرح سارے وشو پر چھا جاتا ہے۔ اُن کے آگے ساری دنیا جھک جاتی ہے۔ وہ جس ستھان پر جاتے ہیں وہی تیرتھ بن جاتا ہے۔ وہ جس شاستر کو آدر دیتے ہیں وہ ہی ست شاستر بن جاتا ہے۔ ان کے شریر اور من سے پیار ہمدردی اور ستیہ کی کرنیں چھوٹتی ہیں۔ جو لوگ اُن کے سمپرک میں آتے ہیں وہ بھی شدھ ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ گورونانک جی بالکل ان پڑھ بالک ہوتے ہوئے بھی ان شدھ ساتوکی پرکرتی کی بدولت ساری دنیا پر طوفان کی طرح چھا گیا۔ جیسے دھرو بالک پن میں ہی ایک اٹل شکتی بن کر اٹل ستارا کی طرح چمکا۔

اس سارے اُپدیش کو اگر باریکی سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر انسان اپنی پرکرتی جو پچھلے جنموں کے کرموں کے پھل سروپ اُسے ملتی ہے کے انوسار جنسٹ ایک تا... انسان

کے اپنے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ یہ بھی نہیں کہ وہ اپنی پرکرتی کے وِرودھ کچھ کر سکے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہر انسان کے اندر بیٹھا ہوا پرماتما جو ہر وقت نقارۂ ضمیر بجاتا رہتا ہے جو اُسے سنتا ہے وہ اُسے زبردستی کھینچ کر اُسے اپنی گود میں لے لیتا ہے۔ بس یہی کچھ انسان کے دائرہ گنجائش میں ہے اس کے متعلق ایک پرانا اتہاس یہاں پر لکھنا اس سارے راز کو سمجھنے کے لئے اشد ضروری ہے جس سے پتہ چل جائے گا کہ انسان تقدیر کو بدل نہیں سکتا۔ ہاں تدبیر سے اُس کے اثر کو کم کر سکتا ہے۔ یہ تدبیر ہے بھگوان کی کرپا۔

مہاراجہ پریکھشت جو مہابھارت کے یدھ کے بعد پانڈوؤں کی ایک ماتر اولاد باقی رہ گیا تھا۔ ایک دفعہ شکار کھیلنے کے لئے جنگل میں گیا۔ وہاں اس کا گذر ایک رشی کے آشرم کے پاس سے ہوا۔ وہاں پر رشی آنکھیں موند کر تپسیا کر رہا تھا۔ راجہ پریکھشت نے سمجھا کہ اس رشی نے مجھے دیکھ کر اس لئے کہ راجہ کا ستکار یہ جانہ کرنی پڑے آنکھیں موند لی ہیں۔ جب بُرے دن آتے ہیں تو بدھی ماری جاتی ہے۔ راجہ نے رشی کے پاس پڑے ہوئے مرے سانپ کو اٹھا کر رشی کے گلے میں ڈال دیا۔ اور آگے چلتا بنا۔ جب رشی کے لڑکوں نے جب اپنے پتا کا یہ ترسکار دیکھا تو انھوں نے رشی کو تپسیا سے اٹھا کر سارا حال بیان کیا۔ رشی نے اپنی بے عزتی سمجھ کر ایسا کرنے والے کو شاپ دے دیا کہ جس شخص نے ایسا اپرادھ کیا ہے اس کو آج سے ساتویں دن تکھشک ناگ کاٹ کر مار دیگا۔ ہونے ہوتے یہ خبر راجہ کے کانوں تک پہونچی۔ راجہ کو ہوش آئی اور گھبرایا۔ کہ انھوں نے خواہ مخواہ پر ایک رشی مہاتما کا نرادر کیا ہے اب تو میں رشی کے شاپ کا شکار ہو گیا مجھے اب کوئی نہیں بچا سکتا۔ پھر بھی اس نے اپنے دربار کے ارکان کے مشورہ پر اپنے محل

کے اردگرد کڑا پہرہ لگوا دیا۔ اتنا کڑا پہرہ کہ مکھی بھی اندر داخل نہ ہو سکے۔ راجہ کے پاس جتنے سادھن حفاظت کے تھے راجہ نے سب کو استعمال کیا۔ پھر شی شکھا یو کو بھی خبر پہونچی وہ بھی وہاں پر پہونچے اور مہاراجہ سے کہا کہ رشی کا شاپ خالی ہرگز نہ جائے گا۔ اس لیے تم شریمد بھاگوت کی کتھا سنو، جس سے مرنے کے بعد تم کو سدگتی پراپت ہو۔ چنانچہ راجہ شری شکھا یو منی سے بھاگوت کی کتھا ہر روز سننے لگا اور بھاگوت کے پریم بھگتی کے سنسکاروں کا بیج اپنے اندر بونے لگا۔ جس روز ساتواں دن آیا حفاظت کے انتظامات کو اور کڑا کر دیا گیا۔ قدرت کا کیا ہونا ہوا کہ تکھشک ناگ بھگوان کی پریرنا سے رشی کا شاپ پورا کرنے کے لئے راجہ کے محل کی اور جا رہا تھا کہ اس نے دھنونتری کو دیکھا اس کے پرتاپ کو جانتا تھا۔ اُس نے دل میں وچار کیا۔ کہ اُس کا ادھر پہونچنا میرے مشن کو کامیاب نہ ہونے دے گا۔ تکھشک ناگ نے دھنونتری رشی کے سامنے جا کر اُن سے پوچھا کہ مہاراج آج کدھر کا رخ کیے جا رہے ہیں۔ دھنونتری رشی نے مہاراجہ پر تکھشک کے شاپ کا سارا حال اُسکو سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ تم آج روز اُس کو کاٹو گے اور میں اپنے منتر کے بل سے اس کو زندہ کر دوں گا۔

تکھشک ناگ نے دھنونتری کو اس کی پریکھشا دینے کو کہا۔ اور ایک درخت کو پھونک مار کر جلا کر راکھ کر کے اس کو پھر سے ہرا بھرا کر کے اپنے منتر کی طاقت دکھلانے کو کہا۔ دھنونتری نے جل لے کر منتر پڑھ کر جب اس راکھ پر چھڑکا، تو درخت پہلے کی طرح ہرا بھرا ہو کر نمودار ہو گیا۔ تکھشک ناگ گھبرایا اور اس نے دھنونتری کو لالچ دیا۔ کہ جس انعام حاصل کرنے کے لئے تم مہاراجہ پریکھشت کو بچانے جا رہے ہو اگر تم کو میں یہاں پر خزانہ دکھلا دوں تو پھر تمہیں اُدھر

جانے کی کیا ضرورت رہے گی۔ پرماتما کا دھیان بلوان ہے۔ دھنونتری نے بات مان لی اور
خزانہ کو لے کر واپس اپنے گھر چلے گئے۔

اُدھر مہاراجہ پریکھشت کے لئے باغ کا مالی گلدستہ لے کر مہاراجہ پریکھشت کو بھینٹ
کرنے پہونچا۔ مہاراجہ پریکھشت جو اس وقت شکدیو منی سے شری مد بھاگوت کی کتھا سن
رہے تھے اس گلدستہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مالی کے ہاتھ سے لے کر ناک لگا کر سونگھنے
لگے تو انھوں نے گلدستہ کے اوپر ایک مکوڑہ کو پھرتے دیکھا ہی تھا کہ اچانک اس مکوڑہ نے
تکھشک ناگ بن کر مہاراجہ پر جھپٹ کر وار کر دیا اور مہاراجہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
یہ سب کچھ اس لئے لکھا گیا ہے کہ انسان کتنی ہی کوشش کرے، کتنے ہی سادھن کام
میں لائے، وہ سب بھگوان کی مرضی کے بغیر سپھل نہیں ہو سکتے۔ اس سنسار میں بھگوان
کی کرپا ہی سب سے بڑا سادھن ہے۔ بھگوان کا ایک آسرا ہی صرف کارگر ہے۔ بھگوان کی شرن
ہی سب مرضوں کی دوا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی رشتہ دار بڑا شکتی شالی سادھن بھی اس
دکھدائک سنسار کے بندھنوں سے چھڑا نہیں سکتا۔ صرف بھگوان کی نظر عنایت بھگوان
کی کرپا ہی چھڑا سکتی ہے۔ جو سب طرف سے ویراگ حاصل کر کے صرف بھگوان کی شرن
لینے سے مل سکتی ہے۔

सर्व साधन हीनस्य पराधीनस्य सर्वथा
पाप पीनस्य दीन स्य कृष्णैव गतिर्मम

ارتھات میں سب سادھنوں سے ہین ہوں، بالکل پرادھین ہوں ــ جہاں پاپی ہوں۔

بالکل دین اور بے بس ہوں ۔ پرکرتی کے وش میں جکڑا ہوا ہوں ۔ بھگوان میں صرف تیرے آسرے پر زندہ ہوں ۔

اٹھارہواں باب

بھگوان کے ارجن کو اتنا وستار پورک سنیاس یوگ اور کرم یوگ کے تتو کی تشریح کرنے اور ساکھشتکار وارٹ دکھلانے جس میں کہ ارجن نے دیکھا کہ اس کے مخالف پتا جہا گورو سمبندھی وغیرہ بھگوان کے سدرشن سے کٹ کٹ وناش کو پراپت ہو رہے ہیں اور کہ مارنے والا تو حقیقت میں خود بھگوان ہے اور اُس کا تو صرف نام ہوگا ، کے باوجود ارجن کے دل سے رشتوں ناطوں کا موہ کا پردہ نہ ہٹا اور وہ پھر بھگوان سے ملتجی ہوا کہ بھگوان ایک بار پھر مجھے گیان یوگ اور کرم یوگ کی تشریح کر کے سمجھائیں تاکہ میرے من کا موہ دور ہو اور میں آپ کی آگیا کا پالن کروں ۔

ارجن سُن ۔ میں تم پر رشتے ناطے کے مخفی رازوں کو کھولتا ہوں ۔ جنم سے پہلے روح کون ہوتی ہے کہاں سے آتی ہے اور کہاں آتی ہے اس کا کسی کو علم نہیں [illegible] باپ کے

خون سے ماں کے گربھ میں ستھاپت ہوتا ہے۔ ماں باپ کے خون سے شریر بنتا ہے اس میں
بھگوان کسی روح کو داخل کرتا ہے۔ اُس روح کے متعلق ماں باپ کو کچھ علم نہیں۔ وہ کون تھی
کہاں سے آئی اور کیوں آئی۔ آٹھ نو مہینوں کے اندر اُس کا جسم مکمل ہو جاتا ہے اور وہ گربھ کے
باہر پرماتما کی پریرنا سے لڑکا یا لڑکی کی شکل میں آتا ہے۔ ماں باپ، اس کے دوسرے رشتہ دار
اس جسم سے پیار کرتے ہیں۔ کیونکہ جسم ہی کو انھوں نے پیدا کیا۔ پرماتما کی طرف سے داخل کی ہوئی
روح کے متعلق وہ بالکل بے خبر رہے ہیں۔ وہ جسم بچپن، جوانی اور بڑھاپا کے دور سے گزر کر مر جاتا
ہے۔ یہی جسم ہی ان کے موہ پیار اور امید کا مرکز بنا رہتا ہے لیکن روح کی بچپن، جوانی اور بڑھاپے
میں کسی نے پہچان کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔ رشتہ صرف جسم سے رہا اور وہی جسم جس کو
انھوں نے اپنے پیار اور خون سے سینچا تھا، کے مرجانے پر اُس پیار کے مرکز جسم کو وہ لوگ شمشان
میں لے جا کر سپردِ آگ کر دیتے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے کہ وہی جسم جو ماں باپ کے خون سے بنا،
آنکھوں کا تارا رہا۔ پیار کا مقام رہا، امنگوں کا آسرا رہا۔ وہی جسم اُس سے نامعلوم روح نکل جانے
پر اچھوت بن گیا اور اُسے گھر میں رکھنا بھی گوارا نہ کیا گیا، اور اسے وہی ماں باپ بہن بھائی جلا کر
راکھ کر دیتے ہیں۔ وہ پیار کہاں گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ان جسموں کے ساتھ ہمارا کوئی
سچا رشتہ نہیں، کوئی لگاؤ نہیں، تو پھر ان جسموں کی خاطر تم اپنے دھرم کو کیوں چھوڑتے ہو۔ یہ
روحیں کرم وش جسموں میں آتی ہیں اور جسم کو چھوڑ کر چلی جاتی ہیں۔ ان کا رشتہ ایک جسم سے ابدی
نہیں رہتا۔ اس جسم کی اتنی قیمت اور وقعت نہیں کہ اس کے لئے دھرم کو تلانجلی دے دی جائے
اگر ان جسموں کے ساتھ تمہارا رشتہ سچ بھی ہے تو بھی اُن جسموں نے قطع نظر ہمارے اٹل وشواس

کے کبھی ایک دن ہمیں چھوڑ کر راکھ بن جاتا ہے۔ اس لئے اپنے دھرم کا پالن کر اور ان جسموں کے آنے جانے کے چکر میں نہ پھنسو۔ یہ جسم غیر حقیقی ہیں دن رات کی مانند وہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں تمہارا دھرم کا پالن اور فرض شناسی اور اپنے کردار میں ہوشیار ہو کر رہنا تمہیں وہ عقل سلیم دیگا کہ تم جسم اور روح کی حقیقت کو سمجھ سکو گے۔ جیو کا جسم کے ساتھ ابدی رشتہ نہ کبھی ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ روح جنم اور موت کی دسترس سے باہر ہے۔ روح نہ کبھی مرتی ہے، نہ جلتی ہے اور نہ سوکھتی ہے اُس کو جسم حقیقی سمجھنا نادانی ہے۔ روح کا رشتہ ناطہ دھرم کے ساتھ ہے۔ اس لئے دھرم پالن کرنے میں روح کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور جسم کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اس لئے جسموں کے موہ کو چھوڑ اور اپنے دھرم کا پالن کر۔ ارجن اس فانی اور درمیان میں ہی نظر آنے والے جسم کے لئے دیوانہ نہ بن۔

ایک ہی اصول سمجھا کر بھگوان نے ارجن کے کئی سوالوں کے جواب دے دیئے۔ بھگوان نے پھر سے ساری گیتا کا نچوڑ اس کو مختصر سے یوں سمجھایا۔ کہ

(۱) جب تک یہ شریر ہے اور پچھلے کرموں کے اندر انسان بندھا ہوا ہے کرم تو اُسے کرنے پڑیں گے۔

(۲) جب تک دل سے لگاؤ نہ ہٹے گا، اس جھوٹی رشتہ داری سے ویراگ حاصل نہ ہوگا تب تک بھی کرم تو کرنے پڑیں گے۔

(۳) جب تک بھگوان کی آگیا کے انوسار اچھے کرم بغیر کسی پھل کی آشا سے نہ کرے گا اور من شدھ نہ ہوگا، تب تک کرم تیاگ حاصل ہونا مشکل ہے۔

(۴) سنسار کے سکھوں کے حصول کی خاطر کام کرے گا۔ محنت کرے گا تو سنسار کے چکر میں پھنسا رہنا پڑے گا اور بار بار جنمنا اور مرنا پڑے گا۔

(۵) بھگوان کی آگیا میں رہ کر اور اپنا جیون کا فرض سمجھ کر اچھے کرم صرف بھگوان کی خوشی حاصل کرنے کے لئے اور سنسار چکر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کرنے سے کرم تیاگ حاصل کر سکے گا۔ کرم تیاگ کا مطلب اس سے بڑھ کر اور کچھ بھی نہیں کہ پھل کی آشا کا تیاگ، ورنہ کرم تو جب تک شریر ہے گیان حاصل ہو جانے پر بھی شریر یاترا چلانے کے لئے کرنے پڑیں گے۔

(۶) جب شریر یاترا ہی گیان مارگ پر چلنے لگے گی اور من سارے سنسار کے سکھ اور دھن دولت اولاد کی واسناؤں سے پاک ہو جائے گا تو تب ہی اس کو صاف دکھلائی دینے لگے گا کہ کرم صرف بھگوان کی پریرنا سے ہوتا ہے۔ اس میں اُس کا کچھ بھی تعلق یا ادھیکار نہیں تب وہ بھگوان کے زیادہ نزدیک ہو کر اس کے پریم راج کا لطف اٹھا سکے گا

(۷) ایسا ہو جانے پر تمہارے اندر کیسا کرم کروں اور کیسا کرم نہ کروں، ایسا کوئی بھرم بھی نہیں رہے گا۔ پھر تو ایک ناٹک میں اپنے آپ کو ایک ایکٹر سمجھے گا اور بھگوان کو اس ناٹک کا دائرکٹر سمجھ کر اُسی کی بانسری پر ناچے گا۔ تو کیا ناچے گا، بھگوان خود تمہارے تن من سے کرشن کی شکل میں اپنا پیارا اور اپنا پربھاؤ اور شکتی کو باہر نکالے گا۔ اور تم نور کا ایک مرکز بن جاؤ گے تمہارے ہاتھوں سے بھگوان کرے گا۔ تمہارے منہ سے بھگوان بولے گا۔ تمہارے قدموں سے بھگوان چلے گا۔ تمہاری آنکھوں سے بھگوان دیکھے گا اور لوگ تمہارے میں پرماتما کی تجلی کا درشن کریں گے

(۸) اس لئے بھگوان کے چرنوں میں اپنے آپ کو ڈال دے۔ اپنی ساری ذمہ داری اس کو سونپ دے۔ اس کی شرن میں جا کر نشچنت ہو جا۔ جو کچھ وہ تم سے کراتا ہے کرتا چلا جا۔ یقیناً تیری سنسارک اور پرمارتھک سادھنا سپھل ہو جاوے گی۔ تو اپنا رتھ یعنی شریر یا ترا تک کی باگ ڈور بھگوان کے ہاتھ میں دے دے۔ اور اس کی مرضی کے مطابق ہاتھ پیر ہلاتا رہے وہ یقیناً ان آبڑ کھابڑ راستوں سے آسانی سے نکال کر فتح کی منزل پر لے جائے گا۔

اطمینان رکھو۔ جب تم نے میرا وراٹ روپ دیکھ لیا اور اس میں میرے سدرشن چکر کی مار بھی دیکھ لی تو حیرت ہے کہ تم مجھ پر اب بھی وسواش کیوں نہیں کرتے۔ ارجن میں پرتگیا کرتا ہوں کہ اگر توں میری رہنمائی میں کرم کرتا چلا جائے گا تو تیرے سارے مسلے حل ہو جائیں گے اور تیری مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ ادھرم کا ناش ہو کر دھرم کی ستھاپنا ہو گی اور اس کا سہرا تیرے سر بندھے گا۔ کھتری کے جنم کا ایک ماتر ہی ارتھ ہے کہ ادھرم کا ناش ہو دھرم کی ستھاپنا ہو۔

دھرم اور ادھرم میں یدھ ہو رہا ہے۔ بھگوان دھرم کی طرف ہے اور پھر بھی توں یدھ کرنے سے ڈر رہا ہے آنا کانی کر رہا ہے۔ جب تم اور دریودھن دونوں مجھے اپنے ساتھ بلانے کے لئے گئے تھے اور میں نے اپنے آپ کو بغیر ہتھیار کے رکھا تھا۔ اور دوسری طرف میری ساری فوج اور سامان جنگ رکھا تھا۔ تو پھر تو نے مجھے کیوں چنا تھا اور بڑکیوں ماری تھی کہ مجھے تو صرف آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اب میری رہنمائی ملنے پر بیکار یدھ نہ کرنے کا الاپ پھر کیوں کر رہا ہے تو ہے تیرا انکار فضول ہے۔ تیرا اسمجھاؤ لازمی طور پر تمہیں یدھ میں لگا دیگا۔

توں اپنے سبھاؤ کی تعمیل سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔

(۹۱) ارجن میں سب پرانیوں کے ہردے میں بیٹھ کر سب کو اُن کے کرموں کے انوسار کرم کرا رہا ہوں اس میں کسی کا انکار کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

جب مضبوط دلائل دیکر اور اپنے وراٹ سروپ کے نظارہ کی یاد بھگوان نے ارجن کو دلائی تو ارجن کی آنکھیں کھلیں اور وہ کچھ ڈھیلا ہونے لگا۔ اس کا ایسا رجحان دیکھ کر پھر بھگوان نے ارجن کو سمجھایا کہ ارجن تو صرف اپنا مقرر کردہ کرم کئے جا، دھرم کی راہ چلتا جا دُکھ سکھ کی پرواہ نہ کر، لابھ ہانی سے متاثر نہ ہو، سردی گرمی سے بے نیاز ہو جا، اپنے پرائے کے چکر میں نہ پھنس۔ تیرا نشانہ صرف دھرم ہونا چاہیئے اور بس۔ اس کے نتیجے بھگوان کے چرنوں میں سونپ دے۔ وہ ملاح اس منجدھار سے مصیبت کے طوفانوں سے چٹانوں کے ٹکراؤ سے تیری کشتی کو ہوشیاری سے نکال کر کنارے لگا دے گا۔ اور وہاں جاکر اپنے حسن کے اپنی ملکیت کے اپنے پریم کے بھنڈار کے دروازے تمہارے پر کھول دے گا اور اس سے بڑھ کر تمہیں اپنے پریم راج میں شامل کر لے گا۔ جہاں پر دُکھوں کا نام و نشان بھی نہ ہوگا جہاں پر اپنے پرائے کا بھاؤ بھی نہ ہوگا، جہاں پر صرف انند ہی انند ہوگا۔ پریم ہی پریم ہوگا۔

وسیلہ ہے انسان رازِ خدا کا
جو در بند ہوگا دریچے کھلیں گے
ازل سے ابد تک سفر ہی سفر ہے
مسافر ہیں ہم لوگ چلتے رہیں گے

دُکھ سُکھ داتا کی دین ہے اسے لے لو
تو کیوں چنتا کرے پرانی بھگوان کو تیری فکر ہے

گیتا کا اپدیش بھگوان کرشن نے ارجن کو بھارت ورش میں کوروکھشیتر کے مقام پر دیا تھا اس کو سنائے ہوئے ابھی پانچ ہزار برس بھی پورے نہیں ہوئے۔ یہ اُپدیش آنے والے موجود دور کے لئے سنایا گیا لیکن افسوس ہے کہ بھارت ورش نے ایسے انمول اپدیش کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ دیکھا جائے تو ہندوستان کے سارے مسئلے اور مشکلات اس گیتا کو عمل میں لانے سے حل ہو سکتے ہیں۔ گیتا کے ایک اصول میں ہی ساری دنیا کی مشکلات کا حل پنہاں ہے اور وہ اصول ہے انسانیت اور روحانیت کے مقابلہ میں ملک کی دولت رشتہ داری اور میجارٹی کی کوئی وقعت نہیں۔ کوئی قیمت نہیں۔ لاکھوں کروڑوں آدمی ایک انسانیت اور روحانیت سے ملبوس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ جیسے کہ ایک ہی خاندان کی دو شاخیں تھیں ایک طرف صرف پانچ پانڈو تھے اور دوسری طرف ۱۰۱ کورو تھے۔ اگر میجارٹی سے دھرم ادھرم انسانیت وحیوانیت کی ٹکر کا فیصلہ کرنا گیتا کو منظور ہوتا تو کوروؤں کی فتح یقینی تھی جنگ کی بھی نوبت نہ آتی۔ لیکن آجکل کی میجارٹی کی بنا پر قائم شدہ ڈیموکریسی کی اُس وقت کوئی جگہ نہ تھی اس میں انسانیت اور دھرم کو ہی فضیلت حاصل تھی۔ روحانیت اور انسانیت پر مبنی ڈیموکریسی ایک مہان آدرش ہے۔ اب نیکی اور بدی کی تمیز کا پیمانہ ڈیموکریسی نہیں ہے بلکہ روحانیت اور انسانیت ہے۔ وہ بات صحیح اور حق ہے جو انسانیت کے اصولوں پر مبنی ہے۔ وہ بات بالکل لغو اور نقصان دہ ہے جو مادہ پن کے ووٹوں کی گنتی کے اصول پر مبنی ہے۔

بھارت ورش کے لوگ قدرتاً انسانیت اور روحانیت کی طرف مائل ہیں لیکن اس نام نہاد ڈیموکریسی نے یہ جذبات مسل کر رکھ دیئے ہیں۔ جذبات دب کر رہ گئے ہیں۔ اب بھی گیتا کے اُپدیش کا انجکشن دیکر بیدار کئے جا سکتے ہیں۔ کاش کہ کوئی اس طرف دھیان دیتا۔ موجودہ ڈیموکریسی کا ہم روزانہ مزہ چکھ رہے ہیں۔ کوئی انصاف نہیں۔ پیدائشی حقوق محفوظ نہیں رہے۔ انسانیت اور روحانیت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ مادیت کے طوفان بدتمیزی میں سب بہے جا رہے ہیں۔ انسانیت کے مقابلہ میں خویش پروری اور کنبہ پروری کا دور دورہ ہے۔ گھروں میں گھر کا نظام درہم برہم ہو گیا ہے۔ سوسائٹی میں سب اپنی اپنی علیحدہ ڈفلی بجا رہے ہیں۔ ملک میں بے چینی، انتشار کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ گویا ہندوستان کی برکت ہی اٹھ گئی ہے۔ ملک میں کہیں زیادہ بارش سے تباہی اور بھوک اور کہیں پر بالکل سوکھا سے بھوک۔ ہر طرف قحط کا دور دورہ ہے۔ پھر بھی ہم ہوش میں نہیں آتے اور اس دیش میں بھگوان کے گائے گئے گیت کا فائدہ نہیں اٹھاتے۔ گھر میں خزانہ دبا ہوا ہے لیکن باہر اس کی تلاش تاریکیوں میں کر رہے ہیں۔ صد حیف ہے۔

اب آخر میں گیتا کا نچوڑ چند چیدہ اپدیشوں کا ذکر کر کے بھگوان کے چرنوں میں یہ عقیدت کے پھول بھینٹ کرتا ہوں۔

निहत्य धार्तराष्ट्रान्नः का प्रीतिः स्याज्जनार्दन।
पापमेवाश्रयेदस्मान्हत्वैतानाततायिनः॥

اے کرشن! اپنے سمبندھیوں بھیشم پتامہ، درونا چاریہ جن کے لیے راج مجھے چاہیئے تھا کو مار کر ایک ناچیز راج کو حاصل کر کے میں کیا کروں گا۔ ان آتتائیوں کو مار کر تو مجھے الٹا پاپ ہی لگے گا

कुतस्त्वा कश्मलमिदं विषमे समुपस्थितम्
अनार्यजुष्टमस्वर्ग्यमकीर्तिकरमर्जुन

ارجن تم کو اس میدان جنگ میں جبکہ تمہاری زندگی کی اور انسانیت کی آزمائش ہو رہی ہے۔ یہ تنگدلی اور بزدلی کیوں ہو گئی، یہ دنیاوی نظریہ اور پرمارتھک نظریہ سے بھی تمہارے لئے واجب نہیں۔ اس سے تمہاری بدنامی ہو گی۔

अशोच्यानन्वशोचस्त्वं प्रज्ञावादांश्च भाषसे

गतासूनगतासूंश्च नानुशोचन्ति पण्डिताः

ہے ارجن تو نہ شوک کرنے یوگیہ لوگوں کے لئے شوک کرتا ہے اور ساتھ ہی پنڈتوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ پنڈت لوگ یعنی انسانیت اور روحانیت سے منور لوگ مرنے والوں اور جینے والوں دونوں کے لئے شوک نہیں کرتے۔

कार्पण्यदोषोपहतस्वभावः पृच्छामि त्वां

धर्मसंमूढचेताः यच्छ्रेयः स्यान्निश्चितं ब्रूहि तन्मे
शिष्यस्तेऽहं शाधि मां त्वां प्रपन्नम्

اس لئے بزدلی کے چکر میں آیا ہوا اور کھوئے ہوئے کھتری پن کے سبھاؤ والا اور دھرم کے وشئے موہت ہوا ہوا میں آپ کو پوچھتا ہوں کہ اس وقت کیا کرنا چاہیئے۔ میں آپ کا شِشیہ ہوں مجھے صحیح راستہ بتلائیے۔

नासतो विद्यते भावो नाभावे विद्यते सतः

उभयोरपि दृष्टोऽन्तस्त्वनयोस्तत्त्वदर्शिभिः

ہے ارجن است وستو کی تو ہستی نہیں ہے اور ستیہ وستو کبھی ناش نہیں ہوتی اس پرکار شریر کو آتما کو ودوانوں نے جانا ہے ۔

अव्यक्तादीनि भूतानि व्यक्तमध्यानि भारत
अव्यक्तनिधनान्येव तत्र का परिदेवना

یہ بھشم آدمی بزرگوں کے شریر یا ماتے ہونے سے انتیہ ہیں. اس لئے شریروں کے لئے کبھی شوک کرنا ٹھیک نہیں ہے. کیونکہ اے ارجن سمپورن پرانی جنم سے پہلے بغیر جسم کے ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی بغیر جسم کے ہو جاتے ہیں. صرف درمیانی عرصہ میں شریر پرتیت ہوتے ہیں اور یہ شریر روح سے الگ ہو کر ناش ہو جاتے ہیں پھر اس معمولی بات کے لئے کیوں فکر کرتا ہے اور اپنے کرتویہ پالن سے انکار کرتا ہے. یعنی اپنے دھرم کو چھوڑتا ہے .

अथ चैनं नित्यजातं वा मन्यसे मृतम्।
तथापि त्वं महाबाहो नैवं शोचितुमर्हसि

اے ارجن اگر تو ہموں کی ہستی کو ستیہ مانتا ہے تو بھی تجربہ تبلاتا ہے کہ جنمنے والا مر جاتا ہے اس کے جسم کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے اس لئے اس ناپائیدار چیز کے لئے دھرم کو چھوڑنا گناہ ہے ۔

ज्यायसी चेत्कर्मणस्ते मता बुद्धिर्जनार्दन
तत्किं कर्मणि घोरे मां नियोजयसि केशव

بھگوان اگر یہ نظر آنے والے جسم اور مناظر وغیرہ فانی ہیں تو مجھے ان خالی چیزوں کے

حصول کے لئے گھور یدھ میں کیوں دھکیلتے ہیں ۔ مجھے ایسے راجیہ کی بالکل ضرورت نہیں جوان نکٹ سمبندھیوں کے خون سے لت پت ہو گی ۔ میں تو اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ جنگ نہ کر کے جنگل میں سنیاس لے کر آبادی اور حقیقی روشنی سکھ اور شانتی کی تلاش کروں ۔

तस्मादसक्तः सततं कार्यं कर्म समाचर
असक्तो ह्याचरन्कर्म परमाप्नोति पूरुषः

اے ارجن اس میں شک نہیں کہ انسان کا حقیقی منزل مقصود یقینی طور پر پرماتما کو پرابت کر روحانی عظمت اور شانتی حاصل کرنا ہے ۔ لیکن یہ سب کچھ اپنے فرائض کی نشکام سرانجام دہی سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ جنگل میں جا کر سنیاس لینے سے نہیں ۔

यदहंकारमाश्रित्य न योत्स्य इति मन्यसे
मिथ्यैष व्यवसायस्ते प्रकृतिस्त्वां नियोक्ष्यति ।

ارجن تو جو کہتا ہے کہ اس بھیانک کرم کو کرنے کے لئے میں تیار نہیں ، یہ تیرے اختیار کی بات نہیں ہے ۔ اپنے کھتری سوبھاؤ کے بس میں ہو کر تجھے یدھ کرنا پڑے گا ۔ کیونکہ انسانی زندگی میں انسان پچھلے کرموں سے بندھا ہوا کرم کرتا ہے ۔ تقدیر کو دبانا انسان کے اختیار سے باہر کی چیز ہے ۔ ارجن اس تقدیر کی گرفت سے چھوٹنے کے لئے بھی اور تقدیر کے اثر کو زائل کرنے کے لئے بھی تمہیں تدبیر سے کام لینا ہو گا ۔ نشکام کرم ہی وہ تدبیر ہے جس سے تقدیر کے بندھن ڈھیلے کئے جا سکتے ہیں ۔ اس کے سوائے اور کوئی ذریعہ نہیں تقدیر کے بندھنوں سے آزاد ہونے کا ۔

चञ्चलं हि मनः कृष्ण प्रमाथि वलवद्दृढम्
तस्याहं निग्रह मन्येवायोरिव सुदुष्करम्

بھگوان اِن تقدیر کے بندھنوں کو من پر قابو پا کر ہی انسان ڈھیلا کر سکتا ہے. لیکن من
پر قابو پانا ناممکن نہیں تو سخت مشکل ہے. جیو بیچارا جو تقدیر کے سینکڑوں بندھنوں میں بندھا
ہوا اور دین ہے وہ من کی پینگوں کو کیسے قابو میں رکھ سکتا ہے۔

असंशयं महाबाहो मनो दुर्निग्रहं चलम्
अभ्यासेन तु कौन्तेय वैराग्येण च गृह्यते

اے ارجن آپ کا یہ مسئلہ بالکل ٹھیک ہے لیکن بار بار پرماتما کے دکھلائے ہوئے راستہ
پر چلنے کی کوشش سے اور فانی چیزوں سے ویراگ اور پرماتما کی شرن سے من پر قابو پایا جا سکتا
ہے اور تقدیر کے اثر کو زائل کیا جا سکتا ہے. لیکن یہ سب کچھ نشکام کرم کرنے سے حاصل ہو سکیگا۔
ارجن کے پوچھنے پر کہ کرم کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ انسان بار بار جنمتا ہے اور بار بار مرتا
ہے دکھ اور اشانتی کے چکر سے آزاد نہیں ہو سکتا۔

यज्ञार्थात्कर्मणोऽन्यत्र लोकोऽयं कर्मबन्धनः
तदर्थं कर्म कौन्तेय मुक्तसङ्गः समाचर

بھگوان نے ارجن کو جواب دیا کہ کرم وہ باندھنے والے ہوتے ہیں جو دنیا میں جنم مرن
کے چکر میں ڈالنے والے ہوتے ہیں جو سنسارک سوارتھ کے لئے کئے جائیں. لیکن وہ کرم
جو صرف اپنا کرتویہ سمجھ کر بے لاگ اور پرماتما کی خوشی حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں

وہ ہرگز بندھن میں ڈالنے والے نہیں ہوتے ہیں۔ کرم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ سوارتھ کرم اور پرمارتھ کرم۔ اس لئے نشکام کرم کرکے اپنی زندگی کو مایا کے چکر سے آزاد کرنے کے لئے میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اے ارجن کرم کرنے میں سوارتھ بدھی کو دخل نہ دینے دے۔ اپنے آپ کو آسمان والے کے حکم کے تابع رکھتا ہوا کرم کر اور نتیجہ کو اس جہان شکتی پر چھوڑ دے۔ وہ خود ہی تم کو ان آبڑ کھابڑ راستوں سے نکال کر کنارہ پر لگا دے گا۔ وہ بڑا ہوشیار اور شکتی شالی ملاح ہے تو دنیا کا آلہ کار نہ بن بلکہ دنیا کے مالک کا آلہ کار بن۔

کارکُن کارکُن توکّل بر جبّار کُن

कालोऽस्मि लोकक्षयकृत्प्रवृद्धो
लोकान्समाहर्तुमिह प्रवृत्त
ऋतेऽपि त्वां न भविष्यन्ति सर्वे येऽवस्थिताः
प्रत्यनीकेषु योधाः

ارجن تو جو کہتا ہے کہ ان لوگوں کو مار کر میں پاپ نہیں کرنا چاہتا۔ یہ میرا حکم ہے۔ وراٹ روپ میں میرے سدرشن چکر کا شکار ہو رہے ہیں۔ تمہارے مخالف بڑے بڑے سُور بیر پتنگوں کی طرح میری جوتی میں جل بھن کر راکھ ہو رہے ہیں اور اپنے پاپ کرموں کے پھل بھگت رہے ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے پہلے ہی مار رکھا ہے۔ تیرا تو صرف نام ہوگا۔ اس لئے اس موہ کو تیاگ کر یدھ کے لئے کھڑا ہو۔ تیرا راستہ انسانیت کا ہے۔ دوسروں کا راستہ ظلم کا ہے۔ حیوانیت کا ہے۔ تیری یقیناً فتح ہوگی۔

میرے لئے کام کرنے سے تیری ناموری بھی ہوگی اور سارے فرائض سے سبکدوشی
بھی ہوگی ۔ بے لاگ کرم من کو اور کرم کو شدھ بناتے ہیں ۔ اپنے آپ کو بندہ خدا
سمجھ کر خدا کی مرضی کے مطابق کرم کرنے والے مایا کے چکر سے آزاد ہو کر اپنے محبوب
کے نزدیک تر ہو جاتے ہیں ۔

सर्वधर्मान्परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज
अहं त्वा सर्वपापेभ्यो मोक्षयिष्यामि मा शुचः

ارجن اگر تم اپنے باندھوؤں کے موہ میں عقل سلیم کو کھو چکے ہو تو سب دھرموں کو
چھوڑ کر میری شرن میں آ جاؤ میں تم کو صحیح راستہ پر لے جا کر منزلِ مقصود تک پہونچا دوں گا۔
ارجن ایسا خیال بھی نہ کر کہ تم اپنی مرضی سے کسی کرم کو کر سکتے ہو یا چھوڑ سکتے ہو بلکہ وہ تجلی
سب کے اندر بیٹھا ہوا سب کو اُن کے پچھلے کرموں کے انوسار چلا رہا ہے ۔

ईश्वरः सर्वभूतानां हृद्देशेऽर्जुन तिष्ठति
भ्रामयन्सर्वभूतानि यन्त्रारूढानि मायया

ارجن تو ایسا خیال بھی نہ کر کہ کرم کو کرنا یا نہ کرنا تیری مرضی پر منحصر ہے ۔ تم کو اور سب کو
بھگوان سب کے اندر بیٹھا ہوا ان کے کرموں کے انوسار اپنی مایا شکتی سے چلا رہا ہے
اس لئے اس کی شرن میں جا کر ان کے قدموں کا آسرا لے کر ان کے تئیں اپنے آپ کو سونپ
دے ۔ کامیابی اور ناکامی سے بے نیاز ہو کر اپنے فرائض کی سر انجامی کرتا جا ۔ مالک تیری
کامیابی کا ضامن ہے وہ اس ضمانت کے دیے گئے وچن کو ضرور پورا کریں گے ۔

کچھ اپنی طرف سے

सर्व साधन हीनस्य प्राधीनस्य सर्वथा
पाप पीनस्य दीनस्य कृष्णैव गतिर्मम

ہے بھگوان میرے پاس آپ کو ملنے کے کوئی سادھن نہیں ہیں. میں بالکل پرادھین ہوں. میں بالکل دین اور بے بس ہوں. پاپ کرموں سے لدا ہوا ہوں۔ اس بے بسی میں مجھے تیرے سوا کون سہارا۔

اوم شم

شری دلایا رام آہوجہ